بسم اللہ الرحمن الرحیم
وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض
تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان
نظام خلافت راشدہ کا داعی
ماہنامہ
حق چار یار رضی اللہ عنہم
لاہور
رجسٹرڈ
زیر نگرانی
وکیل صحابہؓ، پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب دامت برکاتہم
بانی و امیر تحریکِ خدام اہلِ سنت، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریکِ خُدّامِ اہلِ سُنّۃ والجماعۃ
کا ترجمان
نظامِ خلافتِ راشدہ کا داعی

جلد : ۱ شمارہ : ۳

بدل اشتراک : سالانہ ۵۰ رُوپے ، فی پرچہ : ۵ رُوپے

زیرِ سرپرستی

پیرِ طریقت، وکیل صحابہ رض

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

فون : ۲۸۵۸ چکوال

مدیرِ مسئول

حکیم حافظ محمد طیب

فون : ۴۱۶۱۰۷ لاہور

ماہ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ

بمطابق اپریل، مئی ۱۹۸۹ء

سالانہ بدلِ اشتراک برائے بیرون ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک رجسٹری

ممالک	بدل اشتراک
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۲۳۰/- روپے
ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا	۲۳۰/- روپے
نیوزی لینڈ، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ	۱۸۰/- روپے
سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت	۱۵۰/- روپے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۵۸

خط و کتابت کا پتہ
دفتر ماہنامہ "حق چاریار رض" مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور

ایڈیٹر و پبلشر حکیم حافظ محمد طیب نے مطبع افضل شریف پرنٹرز رنگ محل لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حق چاریار ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا، فون: ۴۱۶۱۰۷

اس شمارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اھدنا الصراط المستقیم

رمضان قرآن صحابہ کرامؓ

ماہ رمضان تمام مہینوں میں سب سے زیادہ رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے۔ اسی ماہ مبارک میں روزے فرض کیے گئے ہیں اور رمضان کے روزوں کی خصوصیت یہ ہے کہ سورۃ البقرہ کی پانچ آیات انہیں کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں احادیثِ نبویہؐ میں بھی رمضان کے فضائل و احکام کی تفصیل پائی جاتی ہے۔ روزہ ظاہر و باطن کی اصلاح کے لیے ہے اور روزہ حصولِ تقوےٰ کا بہت مؤثر ذریعہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ کہ روزے رکھنے کی وجہ سے تم متقی بن جاؤ گے۔ روزہ میں کچھ کرنا نہیں پڑتا بلکہ اس میں کھانے پینے وغیرہ کی مُباح اور حلال چیزوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ تو جب روزے دار مسلمان محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حلال کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے تو پھر اس میں تقوےٰ کا ایک ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے گناہ اور معصیت کے کاموں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

۱۔ اَلصَّوم جُنَّۃٌ۔ روزہ ایک ڈھال ہے۔ یعنی اس کے ذریعے روزے دار نفس اور شیطان کے حملوں کا دفاع کرتا ہے اور ان کی شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۲۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے حتیٰ کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلصَّوم لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یَدَعُ شَھوتہ وطعامہ مِنْ اَجْلِیْ۔ (مشکوٰۃ شریف) روزہ میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا۔ کیونکہ روزے دار اپنی شہوت اور کھانے پینے کو محض میرے لیے

چھوڑتا ہے:

جزا تو ہر عمل صالح کی اللہ تعالیٰ دیتا ہے لیکن دوسرے اعمال کا ثواب دس سے سات سو تک ہے لیکن روزے کا ثواب اللہ تعالےٰ جتنا چاہے دیتا ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے اور بعض حضرات کے نزدیک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ اَنَا اجزیٰ بہٖ کہ روزے کے بدلے روزہ دار کے لیے میں خود ہی جزا بن جاتا ہوں۔ یعنی جب وہ میرا بن جاتا ہے تو میں اس کا ہو جاتا ہوں۔ یہ روزے داروں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے۔ چونکہ روزے میں قوتِ ارادی سے کام لے کر صبر کرنا پڑتا ہے اور بھوک پیاس کی مشقت برداشت کی جاتی ہے، اِس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ھو شھر الصبر والصبر ثوابہ الجنۃ۔ (مشکوٰۃ شریف)۔ یعنی رمضان کا مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْن۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور صبر ہی وہ قوت ہے جس کے ذریعہ بندہ اعمال صالحہ بجا لاتا ہے اور جس کے ذریعے بندہ معاصی سے بچتا ہے اور جس کے ذریعہ مصائب و شدائد میں وہ حوصلہ نہیں ہارتا اور اللہ کی قضا پر راضی رہتا ہے۔ اس صبر کی وجہ سے مؤمن کو اللہ تعالےٰ کے قرب و معیت کی عظیم نعمت ملتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے پہلے عشرے میں رحمت ہوتی ہے۔ دوسرے میں مغفرت اور تیسرے عشرے میں عتق من النار دوزخ سے آزادی نصیب ہو جاتی ہے بہرحال رمضان بھی رحمت ہے اور اس کے فرض روزے بھی بہت زیادہ جالب رحمت ہیں۔ یہ مہینہ رحمتوں کا ایک سیزن ہے۔ اس لیے دن کو روزہ کا حکم ہے اور رات کو نمازِ عشاء کے بعد بیس رکعت تراویح سُنّتِ مؤکدہ ہیں تاکہ اللہ کے مومن بندے شب و روز میں زیادہ سے زیادہ رحمتیں حاصل کر سکیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رمضان میں نفلی عبادت کا ثواب فرضوں جتنا ملتا ہے اور ایک فرض کا ثواب ستّر فرضوں جتنا ملتا ہے۔ اس لیے اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیئے۔ نفلی عبادات میں زیادہ وقت گزارنا چاہیئے۔ تلاوتِ قرآن، نماز نوافل (ذکر و مراقبہ، ذکر اسم ذات یا ذکر نفی اثبات وغیرہ) تسبیح و تحمید یعنی تسبیحات مسنونہ،

انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنا مال خوشی سے خرچ کرنا۔ بہرحال حسبِ ذوق وحال نفلی عبادات کی جا سکتی ہیں، لیکن ماہِ رمضان مبارک میں تلاوتِ قرآن کا ثواب دوسری نفلی عبادتوں سے زیادہ ہے کیونکہ رمضان کو قرآن سے خاص مناسبت ہے ۔ اسی ماہ مبارک میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اور پھر نزولِ قرآن کی ابتدا لیلۃ القدر میں ہوئی ہے ۔ چنانچہ فرمایا۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۔ بے شک قرآن کو ہم نے شبِ قدر میں اُتارا ہے (اور شوق بڑھانے کے لیے فرماتے ہیں کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شبِ قدر کیسی چیز ہے (آگے جواب ہے کہ) شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے (اور وہ شب قدر ایسی ہے کہ) اس رات میں فرشتے اور رُوح القدس (یعنی جبریل علیہ السّلام) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر (زمین کی طرف) اترتے ہیں (اور وہ شب) سراپا سلام ہے ۔ وہ شب (اسی صفت و برکت کے ساتھ) طلوعِ فجر تک رہتی ہے (تفسیر حضرت مولانا تھانویؒ)۔ شبِ قدر میں قرآن نازل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ لوحِ محفوظ سے قرآن مجید کتابی صورت میں آسمانِ دنیا پر رکھا گیا (یعنی یہ پہلا آسمان جو ہمارے قریب ہے) پھر حسبِ حال بامرِ خداوندی تھوڑا تھوڑا کرکے جبریل علیہ السّلام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے رہے ۔ آپ رمضان شریف کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے اور اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے کیونکہ بندہ تمام علائق دنیوی کو چھوڑ کر اللہ کے گھر میں آکر بیٹھ جاتا ہے ۔ پھر جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

قرآن کی سالگرہ

اس ماہِ مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو قرآن مجید حضرت جبرئیل علیہ السلام سُناتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سُنتے تھے اور غالباً اسی سنّت کی پیروی میں ماہِ رمضان میں خصوصیت سے حفّاظ قرآن آپس میں قرآن مجید کا دَور کرتے ہیں اور بیس رکعت تراویح میں عموماً حفاظ قرآن مجید سُناتے ہیں اور دوسرے حفّاظ ان کے سامع بنتے ہیں (یعنی ان کا قرآن سنتے ہیں) اور جہاں امام بھول جاتے ہیں وہاں لقمہ دیتے ہیں۔ یہ گویا قرآن مجید کی سالگرہ ہے اور جس کی توفیق مسلمانانِ اہلسنّت والجماعت کو خصوصیت سے مل رہی ہے۔

رمضان کا چاند نظر آتا ہے تو ہر جگہ سُنی مسلمان رات کو نمازِ تراویح پڑھتے ہیں اور قرآن مجید سُناتے ہیں۔ اگر کسی مسجد میں حافظِ قرآن سُنانے والا نہ ہو تو کم ازکم دس سورتیں تو ائمہ مساجد تراویح میں پڑھتے ہیں۔ اور سُنی مذہب کی حقانیت کی یہ بھی واضح دلیل ہے کہ رمضان المبارک میں سُنی مساجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور کئی بے نماز بھی رمضان المبارک میں روزے رکھتے ہیں اور بے نمازوں کی بھی بیس رکعت تراویح سمیت پابندی کرتے ہیں اور اہلسنت میں ہر زمانے میں ہزارہا کی تعداد میں قرآن کے حافظ پائے جاتے ہیں اور نہ صرف بڑے بلکہ نابالغ بچے اور بچیاں بھی حفظ قرآن کی دولت سے مالامال ہوتے ہیں۔ اور سُنی مسلمان کے لیے حفظِ قرآن کا آسان ہونا اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی ہے۔

ورنہ جو لوگ سوائے چند صحابہؓ کے باقی اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کے بھی منکر ہیں اور ان کے بارے میں بہت گستاخ اور بے باک ہیں ان کو حفظِ قرآن کی نعمت عموماً نصیب نہیں ہوتی۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ:

"جو شاگرد استاد کی خدمت میں گستاخ ہوتا ہے عادتِ الٰہیہ یوں جاری ہے کہ علم سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ وجہ اس کی شاید یہ ہو کہ شکر پر وعدۂ مزید نعمت ہے۔ چنانچہ فرمایا لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ یعنی اگر شکر کروگے تو البتہ ہم اور زیادہ دیں گے۔ تو اس صورت میں بشہادت عقل کفران پر زوالِ نعمت متنوع ہونا چاہیئے۔ ادھر حدیث میں ہے۔ مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ۔ یعنی جو کوئی آدمیوں کا شکر نہیں کرے گا وہ اللہ کا بھی شکر نہ کرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر چند منعم حقیقی خداوند کریم ہے پر دولتِ علم بواسطۂ استاد ہی حاصل ہوتی ہے اور نعمت عظمیٰ کلام اللہ کے استاد حضرات صحابہؓ ہیں جن میں سے خلیفۂ اوّل (یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ) اور ثالث (یعنی حضرت عثمان ذوالنورینؓ) کو تو بوجہ تالیف مصنف مجازی کہئے تو بجا ہے۔ پھر ان گستاخوں کو یہ نعمت عطا ہو تو کیونکر ہو۔ الخ (ہدیۃ الشیعہ طبع قدیم ص۳)

رمضان بھی رحمتوں کا مہینہ ہے قرآن مجید بھی رحمتوں کا مجموعہ ہے اور آنحضرت	جماعتِ صحابہؓ سراسر رحمت ہے

صلی اللہ علیہ وسلم بھی رحمۃ للعالمین ہیں اور رب العٰلمین رحمٰن ورحیم اور ارحم الراحمین ہے اور چونکہ صحابۂ کرام رضؓ بلا واسطہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ ہیں۔ وہی رسالت محمدیہؐ کے عینی عادل گواہ ہیں وہی کلام اللہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُننے والے ہیں۔ وہی علوم و اسرار قرآنی بلا واسطہ سیکھنے والے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تزکیہ (ویزکیھم) کے تحت ان کے عقائد و اعمال اور ان کی نیات پاک کی گئی ہیں اور صحابہ کرامؓ ہی عموماً اپنی دنیوی زندگی میں رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کی سندِ ربانی حاصل کرنے والے ہیں۔ یہ وہی صحابہؓ ہیں جن کے واسطے سے قرآن مابعد کی اُمت کو پہنچا ہے۔ وہی احادیثِ نبوی سُننے والے اور دوسروں کو پہنچانے والے ہیں۔ وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و صحبت میں احکام الٰہی بجالانے والے ہیں۔ وہی رمضان کے فضائل و احکام براہِ راست سننے والے اور دوسروں تک پہنچانے والے ہیں۔

کبھی نہ بھولیں

رمضان مبارک میں روزہ رکھنے والے اور تراویح پڑھنے والے اور تلاوت و عبادت کرنے والے خوش نصیب مسلمان اس حقیقت کو کبھی نہ بھولیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہی مسجدِ نبویؐ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ افطار کیا ہے وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سحری کو مشاہدہ کرنے والے ہیں۔ وہی مسجد نبویؐ میں رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صلوٰت خمسہ اور نماز تراویح ادا کرنے والے ہیں۔ وہی سفر و حضر میں معیتِ نبویؐ کی نعمت پانے والے ہیں۔ وہی غزوات میں پرچم نبویؐ کے سایہ میں جانیں نثار کرنے والے ہیں۔ وہی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت و سیرت کے امین ہیں۔ رب العالمین۔ رحمۃ للعالمینؐ اور قرآن مبین کی رحمتوں کے پرتو سے تمام اصحابؓ درجہ بدرجہ رحمت بن گئے ہیں اور اسی حقیقت کے اظہار کے لیے قرآن مجید میں فرمایا گیا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اور جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اُن کے مجسمۂ رحمت ہونے سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔ یہی اہل السنت والجماعت کی امتیازی خصوصیت ہے اور یہی اہلسنّت والجماعت کے الہامی عنوان کا مفہوم ہے۔ حق تعالیٰ مسلمانان اہلسنّت والجماعت کو ماانا علیہ واصحابی کی بنیاد پر اتحاد و تنظیم کی توفیق عطا فرمائیں اور نظام خلافت راشدہؓ کی پیروی میں پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

ارشاداتِ مدنیؒ

۱۳۵۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کے دورۂ حدیث کے دوران شیخ الاسلام

حضرت مولانا حسین احمد محدث مدنی قدس سرہٗ نے بتاریخ ۲۴ رجب ۱۳۵۸ھ ترمذی شریف کے ابواب الصوم کے درس میں جو ارشادات فرمائے تھے، حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ شہر رمضان تمام اشہر میں سے صاحبِ فضیلت ہے۔ اسی فضیلت کی وجہ سے فرمایا گیا ہے۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (یعنی رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ اور قرآن تمام نعمتوں سے زیادہ نعمتِ خداوندی ہے۔ بعض روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاؑ کو صحائف وکتبِ سماویہ جو عطا ہوئی ہیں وہ رمضان کے مہینہ میں ہی ہوئی ہیں۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان ایام میں جود وسخا سے زیادہ متصف ہوتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جُود (سخاوت) اس ماہ میں بہت زیادہ ہوتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخلقوا باخلاق اللہ کے مصداق اکمل تھے۔ اہلِ تصوّف کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں رُوحانی بارش مثل مادی بارش ساون کی ہوتی ہے۔ حضرت جھادؒ صاحب فرماتے ہیں کہ شروع شعبان سے رُوحانی بارش شروع ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ بڑھتی رہتی ہے۔ اوّل رمضان میں زیادہ ہوجاتی ہے اور بڑھتی ہے اور اخیر عشرہ میں بہت ہی زیادہ روحانی بارش ہوتی ہے۔ اس واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عشرہ اخیرہ کو اعتکاف کے لیے اختیار کیا ہے۔ شہر رمضان دوسرے یا تیسرے سال فرض کیا گیا ہے۔

۲۔ ماہِ رمضان میں شیطانوں کے قید کیے جانے کے متعلق فرمایا کہ: یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ پھر انسان معاصی کیوں کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان دو قسم ہے۔ ا۔ شیطان الجنّ (۲) شیطان الانس۔ شیاطین الجن تو قید کردیے جاتے ہیں لیکن شیاطین الانس تو آزاد ہوتے ہیں۔ انسان کا نفس خود شیطان ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ گیارہ ماہ تک ہمارا تلبس بالشیطان رہا ہے اس لیے اس کا اثر باقی رہے گا۔ اگرچہ اس کے وساوس میں خفّت (یعنی کمی) ضرور پائی جائے گی، جس پر تجربہ شاہد ہے۔

۳۔ دوزخ کے دروازے بند کیے جانے پر فرمایا کہ "یہاں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ دوزخ کے ابواب بند ہونے سے ہمیں کیا فائدہ ہے"۔ اس کے متعلق قطب العارفین عبدالعزیزؒ دباغ اپنے مکاشفات میں کہتے ہیں کہ اہلِ جنّت واہلِ دوزخ دونوں کے لیے برزخ میں دوزخ یا جنّت سے تار لگے

ہوئے ہیں۔ جنت سے ان تاروں کے ذریعہ سے قوت پہنچتی ہے اور تار اس طرح لگے ہوئے ہیں جس طرح درختوں کی جڑیں ہوتی ہیں اور وہاں سے طاقت پہنچتی ہے۔ اہلِ علیین کو جنت سے اور اہلِ سجین کو دوزخ سے۔ اس کی طرف اشارہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ:

البرزخ روض من ریاض الجنۃ وحفرۃ من حفرات النار۔ اوکما قال علیہ السلام۔ (برزخ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے)۔

اگر کوئی شخص اِس وقت میں (یعنی رمضان میں) مستحق النار مؤمن مرتا ہے تو چونکہ دوزخ کے دروازے رمضان میں بند ہوتے ہیں، اس لیے سجین میں اگر پہنچایا جاتا ہے تو اس کو تکلیف نہیں ہوتی اور اگر مستحق الجنۃ مرتا ہے تو اس کو جنت کی طرف سے ابواب میں سے زیادہ راحت و رحمت ملتی ہے اور اسی سلسلہ میں حدیث فتحت ابواب الجنۃ کے متعلق فرمایا کہ: بعض نے کہا ہے کہ یہ حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ کنایہ ہے رحمتِ خداوندی اور غضب سے۔ ذکر الجنۃ بیان ہے رحمت الٰہیہ سے اور ذکر النار بیان ہے غضبِ خداوندی سے اور حدیث کے الفاظ:

"وینادی منادیا باغی الخیر اَقْبِل ویا باغی الشر اَقْصِر"

(اے خیر و ثواب کے چاہنے والے آگے بڑھ اور اے شر کے چاہنے والے رُک جا)

کے متعلق فرمایا کہ: اگر یہ اشکال کیا جائے کہ پھر ہم کیوں نہیں سُنتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سی چیزیں آپ دُنیا میں نہیں سُنتے لیکن آپ ان پر یقین کرتے ہیں۔ یہ خبر آپ کے پاس آتی ہے کہ بھاؤ بڑھ گیا تو آپ اپنی تمام تجارتوں میں بھاؤ بڑھا دیتے ہیں۔ انگلستان میں بات کی جاتی ہے تو ریڈیو پر آپ جو سنتے ہیں اس پر یقین کرتے ہیں تو اسی طرح جب مخبر صادق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر دے رہے ہیں تو اس پر یقین کیا جائے گا۔

حق تعالیٰ ہم سب کو اس ماہ مبارک میں اپنی رضا کے متعلق اعمالِ صالحہ کی توفیق دیں۔ اپنی رحمتوں سے نوازیں۔ سُنی مسلمانوں کو ما انا علیہ واصحابی اور علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء راشدین المھدیین کے معجزانہ ارشادات کی اتباع نصیب فرمائیں۔ اسی بنیاد پر

اہل السنت والجماعت کو متحد و منظم ہونے کی توفیق دیں۔ پاکستان کو مروجہ غیر اسلامی جمہوریت کے مفاسد سے محفوظ رکھیں۔ نظام خلافت راشدہ کی پیروی میں پاکستان کو صحیح معنی میں پاکستانی بنائیں
آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

خادم اہلسنت مظہر حسین غفرلہٗ

حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

قائدِ اہل سنّت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

مُہرِ نبوی ؐ کا عکس مُبارک

حضرت مولانا سیّد محبوب صاحب رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے رحمۃ للعالمین خاتم النبییّن حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مکتوباتِ مبارکہ کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جسے ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور نے پاکستان میں پہلی بار ۱۹۷۸ء میں شائع کیا ہے۔ ان میں سے چار ایسے اعجاز نامے ہیں جو بعینہٖ دستیاب ہوئے ہیں اور ان کا عکس بھی اس مجموعہ میں شائع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محبوب رضوی موصوف بعنوان "اصل مکتوباتِ نبویؐ کی دستیابی" لکھتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صلحِ حدیبیہ کے بعد ہم سایہ ممالک کے بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے جو خطوط روانہ فرمائے تھے ان میں سے اب تک چار اصل نامہ ہائے مُبارک دستیاب ہو چکے ہیں۔ یہ مقدّس خطوط حبش۔ مصر۔ بحرین اور ایران کے فرمانرواؤں کے نام بھیجے گئے تھے۔ مکتوباتِ نبوی میں ان چاروں خطوط کے فوٹو اپنی اپنی جگہ پیش کیے گئے ہیں۔ دوسری جنگِ عظیم کے آغاز میں حبش کے دارالسلطنت

"ادیس ابابا" کے ایک مسلم اخبار "برھانِ اسلام" نے یہ خبر شائع کی تھی کہ پہلا اسلامی شاہِ حبش نے اپنے خزانے سے سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ نامہ مُبارک نکال کر مسلمانوں کے ایک وفد کو دکھایا تھا" (تاریخ طبری ج ۳، صـــ ۸۹ وسیرت حلبیہ ج ۳ صـــ ۳۴۴)۔ یہ نامہ مبارک جھلی پر لکھا ہُوا ہے جو ساڑھے تیرہ انچ لمبی اور نو انچ چوڑی ہے۔ اس میں مہر کے علاوہ سولہ سطریں ہیں۔ یہ بھورے رنگ کی سیاہی سے لکھا ہُوا ہے۔ فوٹو میں بسم اللہ اور مُہر مبارک صاف نہیں آسکی ہیں۔ بارگاہِ رسالت کے جو خطوط اب تک دریافت ہوئے ہیں ان کی تعداد چار ہے۔ ان خطوط کی عبارتیں حرف بحرف ٹھیک ٹھیک وہی ہیں جو حدیث و سیر کی کتابوں میں چودہ سو سال سے درج چلی آئی ہیں۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ان مکاتیبِ نبویؐ کا انکشاف تیرھویں صدی ہجری کے نصف آخر اور اس کے بعد ہُوا ہے۔ عبارتوں کے مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت کم کہیں کوئی جزوی لفظ اپنے ہم معنی لفظ سے بدلا ہُوا ہے الخ (مکتوباتِ نبوی صـــ ۹۱/۲۲)

اور حضرت مولانا محبوب رضوی اور دوسرے محققین کی تحقیق یہی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بادشاہوں کے نام جو پہلا مکتوب مقدّس بھیجا ہے وہ نجاشی شاہ حبشہ کے نام ہے اور اس مکتوب شریف کی یہ ایک معجزانہ شان معلوم ہوتی ہے کہ یہ سب سے پہلا مکتوب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے موعودہ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے ہاتھ سے لکھوایا ہے۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔

شاہ حبشہ کے نام رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جو نامہ رحمت لکھا تھا اس کا اُردو ترجمہ جو خود مولانا رضوی صاحب نے لکھا ہے حسبِ ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ خدائے رحمٰن و رحیم کے نام سے

محمّد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی شاہِ حبش کے نام

میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو تمام کائنات کا حاکم ہے پاک ہے۔ امان دینے والا اور سلامت رکھنے والا ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ عیسٰی بن مریم اللہ کی رُوح اور اس کا کلمہ ہیں جن کو پاک اور برائی سے محفوظ مریم بتول کی طرف ملا لا گیا اور عیسٰی بطنِ مریم سے جلوہ افروز ہوئے۔ اللہ نے ان کو اپنی رُوح اور دم سے اس طرح پیدا

کیا جس طرح اُس نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا۔ میں آپ کو اس خدائے واحد کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس پر ایمان لائیے۔ خدا کی فرمانبرداری میں میرا ساتھ دیجیے۔ میری پیروی اختیار کیجیے اور میری رسالت کو تسلیم کر لیجیے، کیونکہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ میں نے اللہ کا پیام خلوص کے ساتھ آپ کو پہنچا دینے میں خیر خواہی کی ہے۔ میری ہمدردانہ نصیحت کو قبول کرنا آپ کا کام ہے۔ میں آپ کی رعایا کو بھی یہی دعوت دیتا ہوں۔ میں اپنے چچا زاد بھائی جعفرؓ کو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ جب یہ آپ کے پاس پہنچیں تو حکومت کے غرور اور تکبّر کو ترک کر کے ان کے ساتھ تواضع سے پیش آئیے۔ اس پر سلامتی ہو جس نے راہِ راست کی پیروی کی۔"

شاہِ حبش کے نام مکتوبِ نبوی کا منظوم ترجمہ

شاہ حبش کے نام اس مکتوبِ گرامی کو جناب آلم مظفر نگری نے حسبِ ذیل نظم میں پیش کیا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسولِ حق کی طرف سے بنامِ نجاشی
یہ نامہ ہے پئے تبلیغِ دیں برسمِ قدیم

سلامتی کی ہوں برکات اس پہ شام و سحر
جو راہِ راست پہ ہو گامزن بقلبِ سلیم

میں اس خدا کو ہوں مدّاح جو کہ یکتا ہے
ہے برگزیدہ بہ معبودیت وہ ربِّ کریم

ازل سے مالکِ کُل کائناتِ عالم ہے
پناہ امن و سکوں ہے اس کی ذاتِ قدیم

شہادت اس کی میں دیتا ہوں عیسیٰ مریم
کلامِ حق بھی ہیں اور ہیں خدا کی رُوحِ عظیم

وہ رُوح جو ہوئی القا وجودِ مریم پر
بنیں وہ مادرِ پیغمبرِ خدائے حکیم

خدا نے رُوح سے اپنی انہیں کیا پیدا
پھر ان کو پھونکا بمریم بحکمت و تنظیم

ہوئی تھی جیسی کہ تخلیقِ آدمِ خاکی
اسی طرح ابنِ مریم ہوئے بہ فیضِ کریم

میں اس خدا کی طرف اب تمہیں بُلاتا ہوں
خدائی جس کی ازل سے ہے بے شریک و سہیم

اطاعت اس کی محبت کے ساتھ لازم ہے
اور اس کے بعد میری پیروی بہ عقلِ سلیم

میں لے کے آیا ہوں پیغامِ حق جو دنیا میں
کرو قبول تم اس کو، ہو گر عقیل و فہیم

تمہیں بھی اور تمہاری تمام فوج کو بھی
بُلا رہا ہوں خدا کی طرف بہ عزمِ صمیم

ادا فریضۂ تبلیغ کر دیا میں نے
حقیقتاً ہے انہیں کے لیے بہشتِ نعیم

مُہر نبوی — اللہ رسول محمد — (مکتوب نبوی ص۵۴)

۲۔ نجاشی کے نام دوسرا مکتوبِ نبویؐ

جناب مولانا محبوب رضوی لکھتے ہیں :

محرم ۷ھ ۶۲۹ عیسوی میں جب ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمسایہ حکمرانوں کے نام نامہائے مبارک روانہ فرمائے تو شاہ حبش کو پھر ایک مکتوب گرامی ارسال فرمایا۔ بارگاہِ رسالت کے سفیر حضرت عمرو بن امیہ الضمری جب شاہِ حبش کے دربار میں پہنچے تو مکتوبؐ گرامی پیش کرتے ہوئے انہوں نے نجاشی کے سامنے ذیل کی اثر انگیز تقریر کی۔ الخ اس دوسرے مکتوب گرامی کا ترجمہ یہ ہے :

خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے

محمّد رسول اللہ کی جانب سے ۔ حبش کے بادشاہ نجاشی کے نام۔

اس پر سلامتی ہو جو راہِ راست اختیار کرے ۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو معبودیت میں یکتا ہے۔ کُل کائنات کا مالک ہے۔ برگزیدہ ہے ۔ امن وسلامتی کی پناہ گاہ صرف اسی کی ذات ہے اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ عیسٰی بن مریم اللہ کی رُوح اور اُس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم بتول پاک دامن پر القاء کیا کہ وہ خدا کے نبی عیسٰی کی والدہ بنیں ۔ پس اللہ ہی نے ان کو اپنی رُوح سے پیدا کیا اور اس کو حضرت مریم میں پھُونک دیا جیسا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السّلام کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا ۔ اب میں آپ کو خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کی اطاعت ومودت اور محبّت کی دعوت دیتا ہوں ۔ آپ کو میری پَیروی اختیار کرنی چاہیئے اور خدا کا جو پیغام میں لے کر آیا ہوں اس پہ ایمان لانا چاہیئے ۔ میں آپ کو اور آپ کے لشکر کو اللہ عزّوجل کی طرف بلاتا ہوں ۔ بس میں نے تبلیغ اور نصیحت کا فریضہ ادا کر دیا ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ اسے قبول کریں ۔ پیروانِ ہدایت پر سلام ہو۔

نجاشی کا جواب

نجاشی فرمانِ رسالت کو سُنتا جاتا تھا اور متأثر ہوتا جاتا تھا۔ جونہی مضمون ختم ہُوا، فرطِ شوق میں نامۂ مبارک کو بوسہ دے کر سر پہ رکھ لیا اور جواب میں حسبِ ذیل معروضہ لکھا:

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام ۔ اصحمہ نجاشی کی جانب سے

السلام علیک یا نبی اللہ ۔ آپ پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو ۔ وہ خدا جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہے جس نے اسلام کا راستہ دکھایا اور میری رہنمائی کی۔ بعدازاں اے خدا کے نبی ۔ آپ کے مکتوبِ گرامی کی زیارت کا مجھے شرف حاصل ہُوا۔ آپ نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے میں زمین و آسمان کے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہم نے ان تمام باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے جو آپ نے ہم تک پہنچائیں۔ آپ کے چچازاد بھائی اور ان کے رفقاء ہمارے مقرب ہیں ۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں ۔ میں نے آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے بیعت کر لی ہے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہوں ۔ اے اللہ کے نبی ! میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا کو بھیجتا ہوں ۔ اگر آپ کا حکم ہو گا تو میں خود بھی حاضر ہو جاؤں گا۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

(تاریخ طبری ج ۳ ص ۸۹ سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۳۴۲)

حضرت عمروؓ نجاشی کا خط لے کر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعات گوش گزار کیے۔
مکتوباتِ نبوی ص ۸۹/۹۰

شاہ حبش کے نام تیسرا نامہ مبارک

بارگاہِ رسالت سے حضرت عمرو بن اُمیہ الضمری کو دوبارہ مکتوبِ گرامی لے کر حبش جانے کا حکم ہوا ۔ اس دفعہ سفارت کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین کو مدینہ واپس بُلایا جائے ۔ مکتوبِ گرامی میں اصحمہ نجاشی کے قبولِ اسلام پر اظہارِ مسرت کیا گیا تھا ۔ فرمانِ رسالتؐ میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کے اوپر سلامتی ہو۔ آپ نے ہمارے ساتھ حسنِ سلوک برتا۔ ہمیں آپ کے اوپر پورا اعتماد ہے۔ ہم نے آپ سے جس چیز کی امید کی وہ پوری ہوئی اور جس بات کا خوف کیا اس سے مامون و محفوظ رہے۔ و باللہ التوفیق

(مُہرِ نبوی) اللہ رسول محمد

اس نامہ مُبارک کی تحریر کا شرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حاصل تھا۔ نجاشی نے احتیاط کے ساتھ یہ دونوں فرمان ہاتھی دانت کے ایک ڈبے میں رکھ دیے اور کہا کہ جب تک یہ فرمان موجود ہیں مجھے یقین ہے کہ اہلِ حبش مامون و محفوظ رہیں گے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ صـ۱۶)
جیسا کہ نجاشی نے ابتداً حضرت عمروؓ سے کہا تھا کہ اہلِ حبش میں میرے حامی و مددگار بہت کم ہیں اس لیے مجھے مہلت دو کہ میں اپنے لیے مددگار پیدا کروں۔ مگر نجاشی کو اس کا موقع نہ مل سکا اور رجب ۹ھ، ۶۳۰ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ رحمت عالم نے مدینہ منوّرہ میں ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی (ایضاً مکاتیب نبوی صـ۹۸)

نوٹ: یہاں یہ ملحوظ رہے کہ چونکہ نجاشیؓ کی میّت مدینہ منورہ میں حاضر نہ تھی اس لیے غائبانہ نمازِ جنازہ کی ضرورت پڑی اور وہ بھی معجزانہ صورت میں ہُوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ نے درمیانی حجابات اُٹھا لیے تھے اور میّت آپ کے سامنے تھی جیسا کہ واقعہ معراج کے سلسلے میں کفّار کے سوال پر اللہ تعالیٰ نے درمیانی حجابات اُٹھا لیے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو دیکھ کر کفّار کے سوالات کے جوابات دیے تھے۔ واللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ کی تقریر

حضرت علی المرتضیٰؓ کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے نام جو اعجاز نامہ ارسال فرمایا تھا وہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔ حضرت جعفر طیارؓ نے نجاشی کے دربار میں جو مُؤثر تقریر فرمائی تھی اس کا ترجمہ بقلم مولانا محبوب رضوی حسبِ ذیل ہے:

شاہ ذی جاہ! ہم ایک سخت جاہل قوم تھے۔ مصنوعی اور خود ساختہ بُتوں کی پرستش ہمارا مذہبی شعار تھا۔ مُردار خوری، بدکاری اور بے رحمی ہماری معاشرت کا اہم جزو بن گیا تھا۔ ہم نہ ہمسایہ کے حقوق سے واقف تھے اور نہ اخوت و ہمدردی سے آشنا۔ ہر طاقت ور کمزوروں کو کھا جانے پر فخر کرتا تھا۔ یہ تھا ہمارا معیارِ زندگی۔ ہماری اس تباہ حالی کا دَور عرصۂ دراز سے قائم تھا کہ یک بیک خدائے برتر نے ہماری قسمت کا پانسہ پلٹ دیا اور ہم میں ایک ایسا پیغمبر بھیجا جس کے نسب و حسب سے ہم پوری طرح واقف ہیں جس کی سچائی اور امانت کا حال ہم پر روشن ہے اور جس کی عفت اور پاک دامنی ہر وقت ہماری نظروں میں رہی ہے۔ وہ آیا اور اس نے ہمیں ہدایت کی اور وہ روشن شمع ہمیں دکھلائی جس نے ہماری آنکھوں سے ہماری بدکاری اور جہالت کی تاریکی کے تمام پردے چاک کر دیئے۔ اس نے کہا کہ تم صرف خدائے واحد کی پرستش کرو اور اسی کو اپنا خالق اور اپنا مالک سمجھو۔ بُت پرستی کو چھوڑ دو۔ تمہارے یہ خود ساختہ معبود تمہیں نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ گمراہی کی بنیاد باپ دادا کی کورانہ تقلید ہے۔ اس نے ہمیں تعلیم دی کہ ہمیشہ سچ بولو۔ امانت میں کبھی خیانت نہ کرو۔ ہمسایہ کے ساتھ ہمدردی اور حسنِ سلوک کو ہمیشہ اپنا شعار بنائے رکھو۔ خونریزی اور خدا کی حرام کی ہوئی باتوں سے بچو۔ فحش کاموں اور جھوٹ کے قریب نہ جاؤ۔ یتیم کا مال نہ کھاؤ اور پاک دامن کو تہمت نہ لگاؤ۔ خدائے واحد کی عبادت کرو۔ روزہ رکھو اور اموال کی زکوٰۃ دیا کرو۔ بادشاہ سلامت! اس نبی نے اور بہت سے بہترین امور کی ہمیں تعلیم دی ہے۔ ہم نے اس کی تصدیق کی۔ اس کو خدا کا پیغمبر سمجھا اور اس پر ایمان لائے اور جو کچھ اس نے خدا کا حکم ہمیں سنایا ہم نے اس کی پیروی کی۔ ہم نے خدا کو ایک جانا۔ شرک سے توبہ کی۔ حلال کو حلال سمجھا اور حرام کو حرام جانا۔ یہ ہے ہمارا جُرم جس پر ہمارے ہم وطنوں نے ہمیں گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور ہم نے آپ کے ملک میں آکر پناہ لی ہے۔" (مکاتیب نبوی ص ۵۲–۵۳)

دربارِ نجاشی میں حضرت عمرو بن اُمیہ الضمری کی تقریر

شاہ حبش نجاشی کے نام دوسرا مکتوب آنحضرتؐ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری

رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا جس کی نقل پہلے زیبِ قرطاس کی جا چکی ہے۔ اعجاز نامہ پیش کرتے ہوئے حضرت عمروؓ بن امیہ نے جو تقریر فرمائی اس کا ترجمہ بقلم مولانا محبوب صاحب رضوی حسب ذیل ہے:

شاہ ذی جاہ! میرے ذمّے حق کی تبلیغ ہے اور آپ کے ذمّے حق کی سماعت۔ کچھ عرصے سے ہم پر آپ کی شفقت و محبّت کا یہ حال ہے کہ گویا آپ اور ہم ایک ہی ہیں۔ ہمیں آپ کی ذات پر اس قدر اطمینان ہے کہ ہم آپ کو کسی طرح اپنی جماعت سے علیحدہ نہیں سمجھتے۔ حضرت آدم علیہ السّلام کی ولادت ہماری طرف سے آپ پر حجت قطعی ہے۔ جس قدرت کے کرشمہ ساز ہاتھوں نے حضرت آدم علیہ السّلام کو بغیر والدین کے پیدا کر دیا اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو بغیر باپ کے بطن مادر سے پیدا کیا۔ ہمارے اور آپ کے درمیان انجیل سب سے بڑی شہادت ہے۔ اس نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں خیر و برکت کا ورود اور فضیلت و بزرگی کا حصول ہے۔ شاہ عالی جاہ! اگر آپ نے محمدؐ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اتّباع نہ کیا تو اس نبیٔ اُمّی کا انکار آپ کے لیے اسی طرح وبالِ جان ہو گا جس طرح حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا انکار یہود کے حق میں وبالِ جان ثابت ہُوا۔ میری طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بعض دیگر اشخاص مختلف بادشاہوں کے پاس دعوتِ اسلام کے لیے قاصد بنا کر بھیجے گئے ہیں مگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو امید آپ کی ذات سے وابستہ ہے دوسروں سے ایسی امید نہیں ہے۔ آپ سے اس بارے میں پُورا اطمینان ہے کہ آپ اپنے اور خدا کے درمیان اپنی گذشتہ نیکی اور آئندہ کے اجر و ثواب کا خیال رکھیں گے۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کی اس تقریر سے متاثر ہو کر شاہ نجاشی نے جواب دیا کہ:

عمرو! بخدا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے وہی برگزیدہ پیغمبر ہیں جن کی آمد کا ہم اور یہود انتظار کر رہے ہیں۔ بے شک جس طرح حضرت موسٰی علیہ السلام نے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی تھی ٹھیک اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے۔ دونوں میں سرِ مو فرق نہیں ہے۔ اس بارے میں میرے لیے خبر اور مشاہدہ دونوں برابر ہیں۔ مگر اہل حبش میں میرے حامی و مددگار بہت کم ہیں۔ اس لیے تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں اپنی قوم میں کافی مددگار پیدا کر لوں اور اہلِ حبش کے اسلام قبول کرنے کے لیے زمین ہموار ہو جائے۔

یہ کہہ کر نجاشی تختِ شاہی سے نیچے اُتر آیا۔ نامۂ مُبارک کو ہاتھ میں لے کر تعظیماً آنکھوں سے لگا دیا اور ترجمان کو بُلوا کر پڑھنے کا حکم دیا۔"

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص۱۵ (مکتوباتِ نبوی ص۸۸)

اسلام کی حقانیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو مکاتیبِ مبارکہ نجاشی شاہ حبش کو لکھے ہیں ان میں نبوّت و رسالت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے جلوے ظاہر ہیں۔ اگر کوئی شخص عقل و دیانت سے کام لے کر مکاتیبِ نبویہ کو دیکھے تو وہ یقیناً اس حقیقت کو تسلیم کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برحق رسول تھے۔ قرآن منزل من اللہ ہے اور اسلام دینِ حق ہے۔ اس دَورِ رسالت میں عرب کے بادیہ نشینوں ہی میں سے ایک ایسی شخصیت کا ظہور ہوتا ہے جو پڑھے لکھے نہ تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے آپؐ نے جزیرہ عرب پر غلبہ پا لیا۔ کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے۔ توحید و رسالت کا نور پھیل گیا۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سلاطین کو اپنے دعوت نامے ارسال کر دیے جس میں دعوتِ حق کی روشنی تھی اور آپؐ کی دعوت کی معجزانہ تاثیر سے شاہِ حبش اپنے تاج و تخت کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ پر ایمان لے آیا اور حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہما نے دربارِ شاہی میں جو موحدانہ تقریریں کیں ان سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کے قلوب کو انوارِ رسالت نے منوّر کر دیا تھا۔ ان کے دلوں سے غیر اللہ کا خوف نکل چکا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ہر طاغوتی قوت کے ٹکرانے میں ایمانی لذّت محسوس کرتے تھے۔ یہ دونوں صحابیؓ اسی جماعت صحابہؓ کے افراد میں سے ہیں جنہوں نے بلاواسطہ فیوضاتِ رسالت حاصل کیے اور یہ وہی جماعت مقدسہ ہے جن کو حق تعالیٰ نے اپنی قطعی وحی میں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کی سند عطا فرمائی۔ یعنی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ

اللہ سے راضی ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے اس دینِ حق کو خود ہی غالب کرنے کا اعلان فرمایا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا چنانچہ ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ (سورہ الفتح و آخری رکوع)	وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت کا سامان (یعنی قرآن) اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اس (دین) کو تمام دینوں پر غالب کردے

(یہ غلبہ حجت و دلیل کے اعتبار سے تو دائمی اور ہمیشہ ہی رہے گا اور شوکت و سلطنت کے اعتبار سے بھی غلبہ رہے گا مگر ایک شرط کے ساتھ وہ یہ کہ اہل دین یعنی مسلمان با صلاحیت ہوں۔ جب یہ شرط نہیں ہوگی تو غلبۂ ظاہری کا وعدہ نہیں اور چونکہ صحابۂ کرامؓ میں یہ شرط موجود تھی جیسا کہ اگلی آیات جو صحابہ کے متعلق آرہی ہیں ان میں اس صلاحیت کا ذکر ہے اس لیے اس آیت میں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بشارت ہے ایسا ہی صحابہ کرام کے لیے فتوحات کی بشارت ہے جیسا کہ مشاہدہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر پچیس سال گزرنے نہ پائے تھے کہ اسلام اور قرآن دنیا کے گوشہ گوشہ میں فاتحانہ طور پر پہنچ گیا۔" (خلاصہ تفسیر بیان القرآن حضرت تھانویؒ)

اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔ كُنْ فَیَكُوْنُ کی قدرت رکھتا ہے لیکن وہ قدیر ہونے کے ساتھ حکیم بھی ہے۔ عام طور پر اللہ تعالیٰ اسباب کے ذریعہ اپنی قدرت دکھاتا ہے۔ انسانوں کو روشنی دینے کے لیے آفتاب بنادیا۔ نباتات و ثمرات دینے کے لیے بارش کا انتظام کردیا۔ اسی طرح اسی قدیر و حکیم نے اس آخری امّت کی ہدایت کے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آفتابِ رسالت بنادیا۔ چنانچہ آپؐ کے انوارِ نبوّت سے کفر و شرک کی تاریکیاں کافور ہوگئیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آفتابِ رسالت سے فیض یاب ہونے والے نجومِ ہدایت (ہدایت کے ستارے) بنادیا اور پھر نبوّتِ محمدیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالےٰ نے غلبۂ دین کا ایک مؤثر سبب بنادیا اور عالمِ اسباب میں غلبۂ دین کا دوسرا سبب جماعتِ صحابہؓ کو بنایا اور سورۂ فتح کی آخری آیات میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ سے یہی مُراد ہے کہ رحمۃ

للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت سے فیضیاب جماعتِ صحابہؓ کو قرآن کی بیان کردہ صفات کاملہ عطا کردیں اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور قیادت میں صحابہ کرامؓ نے بدر وحنین کے معرکے سَر کیے۔ دس ہزار کی اس قدوسی جماعت نے ۸ھ میں مکہ فتح کرلیا اور نہ صرف مکہ اور جزیرۂ عرب بلکہ وصالِ نبوی کے بعد جب خلافتِ راشدہؓ کے دَور میں مصر، شام، عراق، ایران بلکہ کابل، قندھار تک پرچمِ اسلامی لہرادیا۔ روم وایران کی صدیوں کی استبدادی سلطنتیں صحابہ کرامؓ کی جہادی قوت سے نیست ونابود ہوگئیں۔ یہی ہے وہ جماعتِ صحابہؓ جن کی قرآنی عظمتوں کی تبلیغ اور ان کا دفاع مسلمانانِ اہل السنت والجماعت پر لازم ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

انشاء اللہ مقوقسِ مصر اور کسریٰ شاہِ ایران وغیرہ سلاطین کی طرف جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزانہ خطوط ارسال فرمائے ہیں ان کی نقول ماہنامہ "حق چاریار" کے آئندہ شمارے میں شائع کیجائیگی۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

امکانِ خطا کے باوجود اتنی تعریف دلیلِ غفران و رضا ہے

القصہ اس قسم کے قصور قابلِ گرفت نہیں اور عقلِ سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرتی کہ ان پر محاسبہ اور مواخذہ ہو بلکہ ان اوصاف کے بیان ہی میں اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا اس لیے کہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ ہونا کچھ اس بات کو نہیں چاہتا کہ ان سے کوئی خطا نہ ہوئی ہو اور جب اس بات کا التزام نہ ہو اور خداوند کریم نے باوجود امکان صدورِ خطا ان کی تعریف فرمائی تو یہ معنے ہوئے کہ یہ وصف ایسے نہیں کہ ان کے سامنے اس قسم کی باتوں کا حساب کیا جائے بلکہ یہ خوبی فقط اس قدر ہے کہ سب کو محو کیے دیتی ہے۔ تو گویا ضمناً اشارہ ان کی مغفرت کی طرف ہُوا اور جو اَب بھی وہ معذب ہوسکیں تو پھر کیا تعریف۔ جنتی سے تو سُوّر بلکہ پاخانہ پیشاب بھی اچھے ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے۔

القصہ نظرِ انصاف چاہیے۔ خدا کی تعریف کے بعد پھر کیں ہو سکتا ہے کہ صحابہؓ جہنّم میں جائیں پھر اس صورت میں ایک کیا لاکھ گناہ ان کے ذمّہ لگادو۔ جو کرے گا وہ اپنی عاقبت خراب کرے گا اور سمجھنے والے اسی کو تعریف سمجھیں گے۔

امکانِ خطاء کے باوجود اتنی تعریف اعدائے صحابہؓ کے منہ پر طمانچہ ہے

اور حق بھی تو ہے جب کوئی بادشاہ دانشمند جسے انتظامِ مملکت کا خیال ہو اور وہ ملازموں کے حال کا نگران ہوا پنے چند ملازموں کو باوجود خطاؤں کے کچھ نہ کہے تو ظاہر میں یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ

کوئی بہت ہی پیا سے ہیں کہ اس حال پر بھی ان سے مواخذہ نہیں اور ان کے غمازوں اور دشمنوں سے جو ان سے کینہ رکھتے ہوں، بُری طرح پیش آئے اور ان کے ان کمالات کو جو اپنے نزدیک اور ان کے دشمنوں کے نزدیک ان کی خوبی مسلم الثبوت ہو ان کے دشمنوں کو سُنا سُنا کر کہے کہ ان میں سے جس میں یہ اوصاف پائے جائیں ہم نے اس کی سب خطائیں معاف کیں بلکہ اس کے لیے اور انعام قرار واقعی تیار کیا ہے تو اس صورت میں بجز اس کے اور کوئی احتمال نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ کو ان ملازموں سے محبت ہے اور اس کو ان کی پچ ہے جو ان کا دشمن ہے وہ اس کا دشمن، جو ان کا دوست وہ اس کا دوست ہے۔

تعریفِ صحابہؓ کا ایک مقصد آنے والے دشمنوں کو چڑانا اور جلانا بھی ہے

سو بفضلہٖ تعالیٰ یہ سارا قصہ بعینہٖ ان آیات کے ملاحظہ سے سمجھ میں آتا ہے۔ کیونکہ اوّل تو صحابہؓ کی تعریف ایسی بڑھ کر کرے کہ اس سے زیادہ کوئی تعریف کی صورت اُمتیوں کے حق میں سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر بعد ازاں فرمایا۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ یعنی یہ جو کچھ صحابہؓ کے حق میں کہا گیا تو کفار یعنی ان کے دشمنوں کے جلانے اور چڑانے کے لیے کہا گیا ہے۔ سبحان اللہ! کیا علم محیط خداوندی ہے کہ بعد کے تمام احوال کی طرف اشارہ فرما دیا۔ خدا کو تو پہلے ہی معلوم تھا کہ شیعہ اور نواصب اور خوارج صحابہؓ کے حق میں غمازیاں کریں گے اور ان کی قدر و منزلت کا جو خدا کی درگاہ میں ہے کچھ خیال نہ کریں گے۔
باقی رہی یہ بات کہ لِيَغِيظَ بِهِمُ کے ساتھ اعداءھم کا لفظ ہونا چاہیئے تھا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں کو ہی ان سے دشمنی ہو تو ہو مسلمانوں کا کام تو یہ نہیں کہ خدا ان کی تعریف کرے اور ان کی سب خطائیں معاف کرے اور پھر بھی ان سے حسد ہی کیے جائیں۔ جن کی خدا تعریف کرے اور خدا کی بات بات سے ان کی محبت ٹپکے پھر کم بختی ہے یا نہیں کہ ان کی بدی کرے اور برائیاں گائے اور خدا کو اپنا دشمن بنائے۔

صحابہ کرامؓ شیعوں کے بھی محسن ہیں

یا یُوں کہیئے کہ منکرانِ صحابہؓ کو جو نوبت کلمہ گوئی کی آئی اور بزعم خود مسلمان ہوئے تو یہ صحابہؓ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ نہ وہ جہاد کرتے نہ اس طرح اسلام پھیلتا اور نہ یہ کلام اللہ

کا رواج ہو تاکہ شیعہ تک باوجودیکہ کلام اللہ کو ان سے کیا نسبت، کلام اللہ کی تلاوت سے مستفید ہوتے ہیں۔ پھر باایں ہمہ اگر ان کے شکر گزار نہ ہوں تو پھر کس کے ہوں گے اور ان کے حق میں گستاخی کریں گے تو پھر کس کا ادب کریں گے۔ ان سے زیادہ بڑھ کر اور کون کافرِ نعمت ہوگا اس لیے جناب باری تعالےٰ نے دشمنانِ صحابہ کو کافر فرمایا۔

صحابہؓ کی تعریف قرآن کی پیشین گوئی ہے کہ آئندہ صحابہؓ کے دشمن پیدا ہوں گے

پھر چونکہ علم غیبی میں صحابہؓ کی نسبت بدگوئی اور گستاخی کا ہونا محقق تھا تو جیسے مثالِ مذکور میں غمازوں کے لیے بیان کیا گیا تھا ایسے ہی غمازانِ صحابہ کو بھی سُنا سُنا کر یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

یعنے حاصل اس کا اس صورت میں یہ ہُوا کہ اے منکرانِ صحابہ یہ جماعتِ صحابہؓ جن کی ہم تعریف کرتے ہیں اور تم پھر بھی ان کی بدگوئی سے باز نہیں آتے اور تس پر بھی نہیں سمجھتے۔ اگر بالفرض ایسے ہی ہیں جیسے تم کہتے ہو اور واقعی ان سے یہ خطائیں ہوئی ہیں جن کو تم گاتے پھرتے ہو تب کیا ہوگا۔ ہم نے تو یہ وعدہ کر لیا ہے کہ ان میں سے جو ایمان رکھتا ہوگا اور اس نے اچھے اچھے عمل کیے ہوں گے ہم ان کی خطائیں بھی معاف کر دیں گے اور ان کو اجرِ عظیم بھی دیں گے۔ پھر جب وہ سب کے سب کافروں کے ساتھ تیز و تند ہوں اور آپس میں محبت رکھتے ہوں۔ نماز میں ہمیشہ مشغول رہیں۔ سوائے خدا کی رضامندی اور اس کے افضال کے اور کہیں طلب گار نہ ہوں تو ہم ان کے گناہ کیونکر معاف نہ کریں اور انہیں کسی عذر سے ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کا اجر کیوں نہ دیں۔ اس سے زیادہ ایمان اور اعمال صالحہ کی اور کیا صورت ہے۔

صحابہؓ سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ غیر مشروط ہے۔

اگر یہ شرط نہ ہوتی کہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ گناہ بھی کسی قسم کا نہ کریں تب بھی ایک بات تھی۔ اس وعدہ میں تو یہ شرط نہ تھی۔ اہلِ فہم اس سے سمجھ گئے ہوں گے کہ منھم جو بعد عملوا الصّٰلحٰت کے بڑھا ہے تو اس کی یہ وجہ ہے کہ یہ وعدہ حقیقت میں منکروں کے جواب کے لیے بیان کیا گیا ہے اور اس کی یہ صورت ہے جیسے مرقوم ہوئی۔ ورنہ

یہ معنے اگر ہوں کہ کوئی ان میں سے ایمان لایا اور عمل صالح کیے اور کوئی کافر ہی رہا نعوذباللہ تو اس کو ہم جانتے ہیں۔ شیعہ بھی باور نہ کریں گے۔ اس کے کہ خدا کے اتنے تو یہ بھی معتقد ہیں کہ خدا جسے مومن بتلادے وہ مومن ہی ہے کافر نہیں۔ سو خدا نے ان کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی پہلے ہی گواہی دے دی بلکہ ایمان اور اعمالِ صالحہ میں سے بھی اوّل قسم کے ایمان اور اوّل قسم کے اعمالِ صالحہ کی گواہی دی کیونکہ ایمان میں تو اس سے بڑھ کر کوئی ایمان نہیں کہ خدا سے محبت اس درجے کو پہنچے کہ اس کے دشمنوں سے کیسے باشد، اپنا ہو یا بیگانہ، عداوت ہو جائے اور اس کے دوستوں سے کیسے باشد محبت ہو جائے کیونکہ سب کے نزدیک بالاتفاق محبت اعلےٰ مقامات ایمان میں سے ہے اور پھر وہ بھی اس قدر۔

ایمان کے معنی اور مراتب یقین

اور وجہ اس کی ظاہر ہے۔ اس لیے کہ ایمان کہتے ہیں کسی چیز کے یقین کر کے تسلیم کر لینے کو۔ سو اصطلاح شرع میں خاص خدا کے کمالات پر یقین کر لینا اور پھر ان کو تسلیم کر لینا۔ یعنی مثلاً خدا احکم الحاکمین ہے تو اس کے ایمان کے یہ معنی ہوئے کہ اوّل تو خدا میں اس وصف کو یقینی سمجھے پھر تسلیم بھی کر لے۔ سو حاکم کی حکومت کے تسلیم کرنے کے یہی معنی ہیں کہ اس سے منحرف نہ ہو جائے۔ علیٰ ہٰذا القیاس سب کمالات کو سمجھو۔

علم الیقین

مگر یقین کے چند مرتبے ہیں۔ ایک تو علم الیقین۔ یہ تو ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی معتبر آدمی سے ہم سُنیں کہ فلانی جگہ فلانی چیز ہے۔ ایسا یقین تو ہر ادنیٰ مسلمان کو حاصل ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بالاتفاق سچّے ہیں ان کی خبر سے معلوم ہُوا کہ خدا میں سب کمالات ہیں۔ اگر اتنا یقین بھی نہ ہو تو ایمان ہی نہیں۔

عین الیقین

دوسرا رتبہ عین الیقین یعنی جو کانوں سے سُنا تھا وہ آنکھوں سے دیکھ لیا۔ سو اس مرتبہ میں یقین پہلی مرتبہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ سُن کر گو کسی چیز کا یقین ہو جائے لیکن وہ بات نہیں ہوتی جو آنکھوں سے دیکھنے میں ہوتی ہے اور آنکھوں سے دیکھنے میں جو کچھ ہوتا ہے سب جانتے ہیں۔ لیلےٰ اور شیریں اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کے مرنے کے بعد کسی کو محبت نہ ہوئی حالانکہ شہرہ ان کے حسن و جمال کا جتنا اب ہے جب نہ ہوگا بلکہ اس سے صاف یوں معلوم ہو گیا کہ سننے سے کسی کو محبت ہوتی ہی نہیں ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام سے

کسی کو تو محبت ہو تی۔ اپنے زمانہ کے خوبصورتوں سے تو محبت ہو جائے اور ان سے نہ ہو ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام تو حضرت یوسف ہی تھے۔

اور جو کہیں سُننے سے ہو بھی ہے تو وہ بھی دیکھنے ہی کا طفیل ہے۔ یعنی آنکھوں سے جو خوبصورت نظر آتے ہیں اور ان کے دیکھنے سے ایک کیفیت ہوتی ہے۔ تو پھر اگر سُنتے ہیں کہ فلانا خوبصورت ہے تو اسے اپنے تجربہ سابق پر قیاس کر لیتے ہیں اور اس وجہ سے گونہ اشتیاق پیدا ہو جاتا ہے ورنہ فقط سُننے سے کچھ نہیں ہوتا ہے اس لیے مادر زاد اندھے کو جسے شکل و صورت کا تصور ہی نہیں ہوتا اور خوبصورت اور بد صورت کو ہرگز نہیں سمجھتا اس کو بوجہ صورت کسی سے محبت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ سب جانتے ہیں بالجملہ عین الیقین کے درجہ میں اگر کوئی چیز جمیل اور مجموعہ کمال ہوتی ہے تو اس سے بشرطِ مناسبت طبیعت محبت ہو جاتی ہے۔

حق الیقین

پھر ایک مرتبہ یقین کا حق الیقین ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس چیز کو آنکھوں سے دیکھتا ہے اس کے استعمال اور برتنے کا بھی اتفاق ہو۔ جیسے پانی کا ایک تو دیکھنا۔ پھر دیکھ کر اسے پی بھی لینا۔ اب پینے کے بعد یہ احتمال ہے کہ شاید سیراب ہو یا دیکھنے میں کچھ غلطی ہوئی ہو باقی نہیں رہتا۔ غرض یہ مرتبہ یقین ہونے میں عین الیقین سے بڑھ کر ہے۔ اس مرتبہ میں وہ محبت جو دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

محبت حق الیقین کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے

بلکہ حقیقت میں دیکھئے تو محبت اسی درجہ میں پیدا ہوتی ہے اس لیے کہ پانی سے جو محبت ہے تو اسی وجہ سے ہے کہ وہ پیاس کو بجھاتا ہے۔ سو یہ بات تو پینے ہی سے معلوم ہوئی۔ اگر کوئی شخص ایسا فرض کرو کہ اس نے نہ کبھی پانی دیکھا ہو نہ سُنا ہو نہ اس کی تاثیر معلوم ہو اور نہ اسے کبھی پانی کی ضرورت ہوئی ہو۔ پھر اسے ایک دفعہ ہی پیاس لگے۔ اُس وقت اُس کے سامنے اگر پانی آجائے تو وہ کیا جانے کہ اس میں یہ تاثیر ہے اور اس سے میری پیاس بُجھ جائے گی۔ بجز اس کے یا تو خدا اس کے جی میں ڈال دے کہ اسے استعمال کیجئے یا کوئی اسے بتلا دے، اسے ہرگز پانی کی طرف یہ گمان نہ ہوگا لیکن خوبصورتوں کو دیکھنا اس وجہ سے برتنا ہی ہے کہ جیسے گلزار کے دیکھنے سے جی کو راحت ہوتی ہے ویسے ہی ان کے دیکھنے سے جان و دل

کو آرام ہوتا ہے۔ بالجملہ عقلِ سلیم یُوں کہتی ہے کہ محبت حق الیقین کے مرتبہ میں ہوتی ہے۔ چنانچہ واضح ہوگیا۔ اگر اندیشۂ تطویل نہ ہوتا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس بحث کو پُورا بیان کرتا مگر ناچار ہوں ــــ فرصت کم پھر اپنا حرج اوقات، ادھر جواب خط کی جلدی۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

صحابہؓ حق الیقین کے مراتب پر فائز تھے اور حب فی اللہ اور بغض فی اللہ میں بھی راسخ تھے

بالجملہ محبت مرتبہ حق الیقین میں پیدا ہوتی ہے اور یہ اعلیٰ قسم یقین کی ہے اور پھر محبت میں اعلیٰ قسم یہ ہے کہ محبوب کے لواحق و توابع تک محبت پہنچ جائے اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس کے دشمنوں سے عداوت ہو جائے۔ سو جب جناب باری تعالیٰ نے سب صحابہؓ کے حق میں اس بات پر گواہی دی کہ ان کے دل میں ہمارے دشمنوں کی دشمنی اور ہمارے دوستوں کی دوستی ہے تو صاف واضح ہوگیا کہ ان کے دل میں خدا کی محبت پہلے ہے۔

باقی کوئی یوں کہے کہ مسلمانوں سے محبت ہونے کو یہ کیا لازم ہے کہ خدا ہی کے سبب سے ہو، محبت کے بہت اسباب ہیں، نسب کی وجہ سے ہوتی ہے۔ احسان اور سلوک اور دوستی کے سبب سے ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے اور بہت صورتیں ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس دشمنی کی بہت وجوہ ہیں جب تک یہ متحقق نہ ہو کہ وہ محبت اور دشمنی خدا کے سبب ہے تب تک مطلب ثابت نہیں ہوتا۔

جواب اس کا اوّل تو یہ ہے کہ جب کسی وصف کے ساتھ محبت اور دشمنی کو متعلق کرتے ہیں تو عرف میں وہ محبت اور دشمنی اس وصف ہی کی وجہ سے سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی یُوں کہے کہ مجھے خوبصورتوں سے محبت ہے یا عالموں سے محبت ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس کوئی یُوں کہے کہ مجھے متکبّروں سے عداوت ہے یا کافروں سے عداوت ہے تو کوئی نا انصاف بھی اس کے سمجھنے میں تأمل نہیں کرتا کہ یہ محبت اور یہ عداوت ان اوصاف ہی کی وجہ سے ہے اور یوں کسی کو احتمال بھی نہیں ہوتا کہ شاید کسی اور وجہ سے ہو۔ سو خدا نے بھی اشداء علی الکفار کہا ہے یعنی کافروں پر بڑے تیز و تند ہیں اور کافر کے یہی معنی ہیں کہ خدا کا دشمن ہو تو معلوم ہُوا کہ ان کی عداوت بوجہ کفر ہے کسی اور وجہ سے نہیں اور جب بوجہ کفر ہوئی تو خدا ہی کی محبت کے سبب ہوئی ایسے ہی رحماء بینھم کو سمجھئے یعنی ایک دوسرے کو جو آپس میں محبت ہے تو فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی معیت اور آپ

نے درہ میں داخل ہو جانے کے باعث ہے اور اس کا حاصل بھی وہی ہے کہ خدا کے متعلقوں میں سے ہیں اور جب یہ سمجھ کر ہوئی تو وہی خدا واسطے کی محبت ہوئی۔

صحابہ کا مقصود صرف رضائے الٰہی تھا

معہٰذا یبتغون فضلاً مّن اللہ ورضواناً نے اس بات کو خوب ثابت کر دیا کہ ان کے ہر کام میں خدا کی رضامندی منظورِ نظر ہے۔ سو کفار سے سختی کی باتیں اور آپس کی عنایاتیں سب خدا کی رضامندی کے لیے کرتے ہیں اور خدا کی رضامندی کی طلب گاری عین نشانِ محبت ہے۔ سوا محبت کے اور کوئی وجہ رضا کی طلب گاری کی ممکن ہی نہیں اور بہشت کی تمنا میں جو لوگ خدا کی مرضی کے کام کرتے ہیں تو وہ حقیقت میں مرضی کی طلب نہیں ہوتی جنت کی طلب ہوتی ہے جیسے فقیر روٹی کی وجہ سے مالداروں کی خوشامد کرتے ہیں تو وہ حقیقت میں ان کی رضا کے طالب نہیں، مقصود اصلی ان کا روٹی ہی ہوتا ہے۔ بالجملہ رضاجوئی محبت ہی کا کام ہے۔ الغرض صحابۂ کرام رض کو جو کفار سے عداوت اور اپنے لوگوں سے محبت تھی تو وہ فقط خدا ہی کی محبت کا ثمرہ تھا۔

ایک صحابی رض رسول ؐ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے سرسبز و شاداب باغ رسیلے پھلوں سے لدا ہوا تھا۔ صحابی رض رسول ؐ کی نگاہ پھلوں کی طرف اُٹھ گئی تو نماز یاد نہ رہی۔ جب اس کا خیال آیا تو دل میں نادم ہوئے کہ دُنیا کے مال و دولت نے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

یہ حضرت عثمان غنی رض کی خلافت کا زمانہ تھا۔ وہ صحابی رض خلیفۂ سوم رض کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یہ باغ جس نے مجھے فتنے میں مبتلا کر دیا، راہِ خدا میں دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عثمان رض نے وہ باغ بیت المال کی طرف سے بیچا تو پچاس ہزار درہم میں فروخت ہوا۔

صحابہ رض کی محبت اور تسلیم سے اوپر کسی محبت و تسلیم کا درجہ ہی نہیں ہے

اور چونکہ محبت مرتبہ حق الیقین میں ہوتی ہے اور وہ اعلیٰ درجہ یقین کا ہے تو لازم آیا کہ سب صحابہ رض کو خدا کی عظمت اور جاہ و جلال اور کمال اور جمال کا اتنا یقین تھا کہ اس سے اُوپر کوئی یقین کا مرتبہ ہی نہیں۔ ادھر تسلیم اس درجہ کو تھی کہ اس کے آثار خود موجود تھے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے خود اس کی خبر دی اور کہا۔ تَرٰهُمْ

تراہم سُجَّدًا الخ اگر تسلیم نہ ہوتی تو یہ اعمال کیوں کرتے اور یہی الفاظ بعیت جملہ یَبْتَغُوْنَ الخ ان کے اعمالِ صالحہ کی بھی خبر دیتے ہیں تو اب بوجہ اکمل ان کا ایمان کامل اور اعمال صالحہ جن پر وعدہ مغفرت اور اجر عظیم تھا ثابت ہوگیا تو پھر یہ احتمال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہیوں میں سے کوئی مسلمان تھا اور کوئی نہ تھا اور اس وجہ سے مِنْهُمْ فرمایا تو یہ شیعوں ہی سے ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک گر بدیہیات کا انکار اور محال کی تسلیم ممنوع ہوتی تو سُنّیوں کے مذہب سے روگرداں ہو کر مذہب شیعہ پر کیوں مستقیم ہوتے۔ اگر اندیشۂ تطویل نہ ہوتا تو اس دعوٰے کی دو چار دلیلیں بیان کرتا مگر سمجھنے والے اسی رسالہ میں سے اس مطلب کو سمجھ جائیں گے۔ ان کے لیے یہی دلیل بہت ہے۔

حق الیقین کے مراتب میں تفاوت ہے

باقی کوئی یوں کہے کہ صحابہؓ کو اگر مرتبہ حق الیقین تھا اور وہ اعلیٰ مراتب یقین ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انہوں نے کوئی مرتبہ ہی نہ چھوڑا۔ صحابہؓ کیوں کہتے ہو رسول کہو۔ تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ علم الیقین میں سو آدمیوں سے ایک خبر سُنیں اور اس پر یقین ہو جائے تو وہ بھی علم الیقین ہے اور ہزار سے سنیں تب بھی علم الیقین ہے لیکن باایں ہمہ دوسرا یقین قوی ہے علیٰ ہٰذا القیاس کوس بھر سے ایک شئے دیکھئے وہ بھی عین الیقین ہے اور ایک ہاتھ کے فاصلے سے دیکھئے وہ بھی عین الیقین ہے لیکن دوسری صورت میں جو وضاحت ہے وہ پہلی صورت میں نہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ پانی پیجئے وہ بھی حق الیقین ہے اور کئی بار پیجئے یا بہت سا پیجئے وہ بھی حق الیقین ہے مع ہذا دوسری صورت میں جو بات ہے وہ پہلی صورت میں نہیں۔ ایک دفعہ میں بسا اوقات چنداں حال معلوم نہیں ہوتا ہاں کئی بار میں البتہ خوب معلوم ہو جاتا ہے۔

الغرض حق الیقین میں شریک ہونے سے مساوات لازم نہیں آئی۔ باایں ہمہ مدار افضلیت کا محبت پر ہے معلوم ہونے پر نہیں۔ بسا اوقات ایک خوبصورت کو دو آدمی برابر دیکھتے ہیں ایک کو محبت ہوتی ہے ایک کو نہیں اور جو ہوتی بھی ہے تو برابر نہیں ہوتی۔ سو صحابہؓ کو خدا تعالیٰ سے اتنی محبت نہ تھی جتنی رسول اللہ صلی اللہ کو خدا سے تھی۔

باہمی مناقشات رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کے منافی نہیں ہیں

اب ایک بات قابلِ بیان کے اور باقی ہے۔ وہ یہ ہے کہ شاید حضرات شیعہ

کو موافق مثل مشہور۔ خوئے بدرا بہانہ ہا بسیار۔ صحابہؓ کی بزرگی کے تسلیم کرنے میں یہ حیلہ اور باقی ہو کہ صحابہؓ
میں باہم اکثر مناقشات ہوئے اور ان کے باہم اکثر رنج رہے اور نزاع ظہور میں آئے چنانچہ طرفین کی کتابوں
میں موجود ہے پھر ان کو رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کیونکر ہم کہیں اور جب یہ نہیں تو پھر کس وجہ سے یوں کہا جائے
کہ وہ کامل الایمان تھے بلکہ یوں احتمال ہوتا ہے کہ جن سے حضرت امیر کو رنج پہنچا وہ ان سے لڑے
نہ وہ رحماء بینھم کے مصداق تھے نہ ان پر امنوا و عملوا الصلحت صادق آتا تھا اور لفظ
منھم جو بعد عملوا الصلحت بڑھایا ہے تو انہی کے اخراج کے لیے بڑھایا ہے۔ اس شبہ کا جواب ہر
چند فقط ہمارے ہی ذمہ نہیں کیونکہ بعینہٖ یہی احتمال خوارج اور نواصب بھی پیش کر سکتے ہیں شیعوں کو
بھی اس اعتراض کا فکرِ جواب لازم ہے۔

صحابہؓ کی رنجش کی بنا بھی محبت تھی

مگر بغرضِ تسکینِ خاطر شیعہ و سُنّی یہ معروض
ہے کہ رنج دو وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک بوجہ
عداوت ایک بوجہ محبّت۔ بوجہ عداوت کی تو صورت اظہر ہے۔ دشمنوں کو جو دشمنوں سے رنج ہوتے
ہیں وہ اسی قسم کے ہیں۔ باقی بوجہ محبّت کے یہ صورت ہے کہ کسی کا دوست اس کے خلافِ مرضی
اور خلافِ توقع کرے تو یہ رنج بوجہ محبّت ہے۔ اس لیے اگر اجنبی ایسی باتیں کرتے ہیں تو ان سے کچھ
رنج نہیں ہوتا۔ اس سے خوب معلوم ہوتا ہے کہ یہ رنج فقط محبت کا ثمرہ ہے۔ اگر محبّت نہ ہوتی تو یہ رنج
نہ ہوتا۔ ایسے ہی اگر صحابہؓ کو بھی سمجھ لو تو بہت ہوگا تو یہی ہوگا کہ خدا کے کلام کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ (ختم شد)

حُسنِ اخلاق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اللہ عزّ و جلّ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے
ارشاد فرمایا تھا ــــــ "اے ابراہیم! حسنِ خلق کو لازم کر لو۔ اگر کافر سے بھی معاملہ ہو تب بھی
حسنِ خلق کے ساتھ پیش آؤ تم کو ابرار کے درجے میں پہنچا دیا جائے گا۔ اے ابراہیم!
جو لوگ حُسنِ خلق اپنے اُوپر لازم کر لیتے ہیں ان کے لیے میرا یہ عہد ہے
کہ ان کو عرش کے سائے میں جگہ دوں گا اور خطیرۃ القدس سے سیراب کروں گا۔ نیز ان
کو اپنے قریب تر رکھوں گا۔" "طبرانی"

حضرت سرور صاحب میواتی مدظلہ

سیّدنا حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عاشقِ زارِ سیّد الابرارؐ — ثانیَ اثنینِ اِذ ھُما فی الغار
زینتِ دینِ مصطفےٰ صدّیقؓ — گلشنِ دیں کی لازوال بہار
بعد پیغمبرانؑ بالتحقیق — سب سے افضل ہے آپؓ کی سرکار
دینِ حق کی بقا سدا مطلوب — عشقِ احمدؐ کے بے بدل شہکار
جن کے وصّاف ہیں عمر فاروقؓ — جن کے مدّاح حیدرؓ کرّار
جن کی عظمت کے معترف عثمانؓ — جن پہ شیدا مہاجر و انصار
ابتدا ہی سے قائلِ توحید — ابتدا ہی سے شرک سے بیزار
جب برائے تبوک چندہ ہُوا — کردیا پیش آپؓ نے گھربار
آپ صدّیقؓ، بیٹی صدیقہؓ — اور داماد، سیّد الابرارؐ
اُن کے اوصاف کا ٹھکانہ کیا — جن کی تعریف خود کریں سرکارؐ
جن کی مانوس و دل پسند آواز — عرش پر بھی سُنیں شہِ ابرارؐ
بس یہی مدّعا یہی مقصود — رُوئے احمدؐ کا ہر نفس دیدار
واسطے فارس و عراق و شام — اُن کی عظمت کا کس کو ہے انکار
دُور اندیش و ماہرِ انساب — جنگ کے ماہر و ہدایت کار

اشجع النّاس و سیّدالعشّاق — فطرۃً شرک و کفر سے بے زار
ایسا عاشق کوئی نہ پیدا ہُوا — اس پہ شاہد ثوابت و سیّار
شبِ ہجرت حضورؐ کو تا ثور — لے کے پہنچے کمر پہ کر کے سوار

کام کے ہیں بہت ترے سرور
مدحِ صدّیقؓ میں کہے اشعار

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابنِ خطّاب صاحبِ اسرار — یعنی فاروقؓ عاشقِ سرکارؐ
پاسبان و محافظِ اسلام — حکمرانی کے ماہر و فن کار
جاہ و منصب سے بے نیاز و بری — شان و شوکت سے ناخوش و بیزار
دن میں کرتے تھے مملکت کے کام — حفظِ اُمّت میں رات دیتے گزار
اِک بڑے حکمران ہوتے ہوئے — خدمتِ خلق سے نہ تھی کچھ عار
مؤمنوں پر شفیق سرتاسر — دشمنِ دیں کے فرق پر تلوار
روزِ ہجرت کہا علی الاعلان — اے شجاعانِ لشکرِ کفّار
جا رہا ہے عمرؓ مدینے کو — روک لے، جس کو موت ہے درکار
لکھ کے دریائے نیل کو نامہ — صدقِ اسلام کا کیا اظہار
ساریہؓ کو کئی سو فرسخ پر — "الجبل" کہہ کے کر دیا ہشیار
فتح کر کے عراق و مصر و شام — قلعۂ کفر کر دیا مسمار
بیتِ اقدس میں آپ جب پہنچے — تھا غلام آپؓ کا شتر پہ سوار
اور چلے جا رہے تھے خود پیدل — اُونٹ کی ہاتھ میں پکڑ کے مہار
پیکرِ اتحاد و عزم و یقیں — قصرِ ہمّت کی آہنی دیوار
آپؓ کے دَور میں غنیمت کے — صحنِ مسجد میں لگ گئے انبار

ساری اُمت کو کر دیا خوش حال — فقر و فاقہ سے خود رہے دوچار
ملک میں کیں جدید اصلاحات — دشت و کُہسار کر دیے گُل زار

آپؓ کی سب صفات کا سرور
ہے ہر اک سے محاصرہ دشوار

سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابنِ عفّان صاحبِ آثار — یعنی عثمانؓ سَیّدُ الاحرار
پیکرِ حلم ، جانِ شرم وحیا — صادق القول وصادق الاقرار
صاحبُ الہجرتینِ و ذوالنّورین — صاحبِ جاہ واشرف الاخیار
جب تہیّہِ تبوک کو چندہ — جمع فرما رہے تھے خودسرکار
آپؓ نے اک تہائی لشکر کا — سازو سامان کر دیا تیّار
دینِ قیّم کی بہتری کے لیے — مال و جاں سے تھے ہر نفس تیّار
بہرِ توسیع مسجدِ نبوی ﷺ — کر دیئے خرچ سینکڑوں دینار
بیئرِ رومہ خرید کر ، مسلم — آبِ شیریں سے کر دیئے سرشار
جب بھی کرتے تلاوتِ قرآں — روتے بے اختیار زار وقطار
دین کی وسعت و ترقی میں — بے مثال آپؓ کا رہا کردار
آپؓ کے عہد میں ہوئے مفتوح — اُندلس ، قبرص و بلخ تاتار
رُومیوں کے شکست دینے کو — بحری بیڑا بھی کر لیا تیّار
قاری و حافظِ کلام اللہ — مؤمنوں کے انیس و خدمت گار
جانِ ایثار و جامعُ القرآں — حامیٔ دیں ، حلیم و خوش اطوار
قبر و محشر کے خوف سے روتے — ہر گھڑی صبح و شام لیل و نہار
ہو گئے آخری زمانے میں — مفسدوں کی شرارتوں کا شکار

کیا ہی اچھے تھے حضرتِ عثمان رضؓ کیا ہی اچھے تھے آپؓ کے اطوار
اُن کی تعریف کیا کرے سرورؔ
جن کی تعریف خود کریں سرکار

سیدنا حضرۃ علیؓ مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

صاحبُ السّیف، حیدرِ کرّار
عاشقِ سُنّتِ شہِ ابرارؐ

غازیٔ دیں، علیؓ اعلیٰ مقام
عابد و زاہد و نکو کردار

نازشِ بدر و فاتحِ خیبر
شیر دل جنگجو سپہ سالار

حق پرست و شہیدِ راہِ خدا
تیغ زن، صف شکن، عَلَم بردار

قاتلِ مرحب و ولیدِ خبیث
مردِ میداں، دلاورِ جرّار

شہر یارِ ولایتِ تقویٰ
شوہرِ دخترِ شہِ ابرارؐ

رہبر و رہنمائے راہِ سلوک
تاجِ عرفان کے دُرِ شہوار

اَسَدُ اللہ، امیرِ جیشِ حق
زاہد و خوش ادا و خوش گفتار

بے کسوں کے انیس و خدمتگار
ناتوانوں کے مُونس و غم خوار

شیر مرداں، مجاہدِ بے باک
بطلِ جاں باز و صفدرِ خود دار

صاحبِ ذوالفقار و مردِ جری
راسخُ العہد، سیّدالاحرار

تا دمِ واپسیں رہے ہر دم
کفر و باطل سے برسرِ پیکار

فخرِ زہّاد و بے بدل درویش
فقر و فاقہ سے آئے دن دوچار

سُنّتِ مصطفیٰ کے احیا پر
جان دینے کو ہر گھڑی تیار

دینِ اسلام کی بقا مطلوب
مرضیٔ حق پہ زندگی کا مدار

بُوالحَسَن، بُوتراب ابوالحسنین رضؓ
اشہبِ ذوالجناح کے حقدار

بچ گئے فتنۂ خوارج میں
بامُراد و شہید آخر کار

ان کے اوصاف کا بیاں سرورؔ
ہے نہایت ہی مشکل و دشوار

فضائل حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

مرتب: محترم ماسٹر منظور حسین صاحب ساہیوال (سرگودھا)

☐ اہلِ سنت اس بات کے معتقد ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت تمام اُمتوں سے بہتر ہے اور ان میں اس زمانے کے لوگ تمام لوگوں سے بہتر اور افضل ہیں جنہوں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا اور آپؐ کی تصدیق کی، آپؐ کی بیعت کی اور آپؐ کی پیروی کی، جہاد کیا، اپنا مال اور اپنی جانیں قربان کیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

☐ اور ان لوگوں میں حدیبیہ والے (صحابہ کرامؓ) افضل ہیں جنہوں نے (ایک درخت کے نیچے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ یہ اصحابؓ ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) ہیں۔

☐ ان میں افضل اہلِ بدر ہیں جن کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) ہے جو اصحابؓ طالوت کے برابر ہے۔

☐ ان (۳۱۳) میں افضل دارالخیزران والے اصحابؓ ہیں جن کی تعداد بشمول حضرت عمر رضی اللہ عنہ چالیس (۴۰) ہوتی ہے۔

☐ اور ان چالیس (۴۰) میں افضل وہ دس (۱۰) اصحاب ہیں جن کے جنتی ہونے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی۔ وہ دس اصحابؓ یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ۲۔ حضرت عمرؓ ۳۔ حضرت عثمانؓ ۴۔ حضرت علیؓ
۵۔ حضرت طلحہؓ ۶۔ حضرت زبیرؓ ۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ
۸۔ حضرت سعدؓ ۹۔ حضرت سعیدؓ ۱۰۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ

☐ ان دس (۱۰) میں پہلے چار حضرات خلفائے راشدینؓ سب سے افضل ہیں۔ ان چاروں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پھر عمرؓ کو پھر عثمانؓ کو پھر حضرت علیؓ کو فضیلت حاصل ہے۔

(ماہنامہ الخیر ص۳۱ جولائی ۸۸ء)

☐ حضرات خلفاءؓ کی فضیلت اور ترتیب کے متعلق بعض نکات یاد آ گئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ (بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے)۔ لفظ قَرْنِیْ میں نکتہ یہ کہا گیا ہے کہ اس میں اشارہ ہے زمانہ خلافتِ نبوت کی طرف، کیونکہ خلفاء اربعہؓ کے نام کے آخری حروف اس میں بہ ترتیب آگئے ہیں یعنی صدیقؓ کا "ق" اور عمرؓ کی "ر" اور عثمانؓ کا "نون" اور علیؓ کی "ی"۔

اور ایک نقطہ اُردو میں بھی کسی نے نظم کیا ہے ؎

بو بکرؓ یکسو علیؓ ایک جانب — خلافت کو گھیرے ہیں باصد صفائی
"الف" اور "ی" کی طرح ان کو جانو — کہ محصور ہے جن میں ساری خدائی
یہ تشبیہ ہے واقعی تو جگہ بھی — "الف" اور "ے" نے یہ ترتیب پائی
وہ اوّل خلیفہ کے اوّل میں آیا — یہ آخر خلیفہ کے آخر میں آئی

بھلا کوئی شہر کہے تو ایسے کہے .... (از وعظ اسرار العبادہ)

سیرت خلفائے راشدینؓ

☐ صاحبو! کوئی ہمارے خلفائے راشدینؓ کو دیکھے اور آج کسی جگہ ہمیں ان کی نظیر دکھا دے۔ اخلاق میں، سیاست میں، عدل و انصاف میں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مخالف اگر انصاف سے بتلائے تو ہرگز ان کی نظیر نہیں دکھا سکتا اور ہماری صفات کا جیسے یہ اثر ہے کہ اسلام پر الزام لگتا ہے، ان حضرات کی صفات کا یہ اثر تھا کہ اسلام محبوب ہو کر پھیلتا تھا اور یہی اصلی سبب ہے اشاعتِ اسلام کا۔۔ (وعظ شعب الایمان ص۱۷)

☐ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں دو شانیں تھیں۔ شانِ نبوت اور شانِ سلطنت، اس کے بعد خلفائے راشدینؓ بھی دونوں کے جامع تھے۔ مگر اب یہ دونوں شانیں دو گروہ پر تقسیم ہو گئیں۔ شانِ نبوت کا مظہر علماء ہیں اور شانِ سلطنت کے مظہر سلاطینِ اسلام (ہیں) ..... (اصلاح المسلمین ص۵۳۶)

اِتباعِ خلفائے راشدینؓ

☐ فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین

"ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

"لازم پکڑو تم اپنے اوپر میرے طریقہ کو اور خلفائے راشدین رض کے طریقہ کو پکڑ لو اس کو دانتوں سے اور بچو نئی بات سے کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

(روایت کیا اس کو ترمذی نے) .... (فروع الایمان ص ۱۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے کو جو کہا گیا ہے سو وہ اس لیے کہ حق تعالیٰ کا اتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید سمجھانے کا وعدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے کیا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "ثم ان علینا بیانہ" (یعنی پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارا ذمہ ہے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں علمنی ربی فاحسن تعلیمی (میرے رب نے مجھ کو تعلیم دی پس اچھی ہوئی تعلیم میری)۔ تو آپ کی اتباع کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے ارشاد کے موافق خدا کے احکام کا اتباع کیا جاوے۔ یہی معنی خلفائے راشدین رض کے اتباع کے ہیں، نہ یہ کہ خلفائے راشدین رض مستقل متبوع ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین رض کو دین خوب سمجھایا۔ (وعظ اتباع المنیب ص ۳۶)

ذکر خلفائے راشدین رض ضروری اور سخت ضروری ہے

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رح کی خدمت میں چند سوالات عرض کیے گئے جن میں ایک سوال یہ تھا کہ "خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ عنہم کے متعلق باتیں شیعوں کی جن مقامات کے سنیوں میں پہنچتی ہیں ان مقامات کی ہر تقریب ذکر بزرگانِ دین میں ذکر فضائل خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم ضروری ہے یا نہیں؟ اور بغرضِ خوشنودیِ شیعہ جس تقریب ذکر بزرگان دین میں ذکر فضائل خلفاء نہ کیا جائے اس تقریب میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں؟"

اس کے جواب میں حضرت محدث سہارنپوری رح نے ارشاد فرمایا کہ

"حضرات خلفائے ثلاثہ رض یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم و غنی اکرم رضی اللہ عنہم کے متعلق یا ائمہ ثلاثہ حضرت علی و حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق شیعوں کی باتیں جن مقامات کے سنیوں میں پہنچتی ہیں یا پہنچنے کا احتمال ہو، ان مقامات پر ہر تقریب ذکر صالحین میں بیان فضائل خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم ضروری اور سخت ضروری ہے بدلائل بسیار۔ (دلیل اوّل) ذکر حالات خلفائے راشدین رض ایسا ضروری شعار مذہب ہے کہ علمائے کرام نے کسی کتاب میں، کسی خطبہ میں، کسی وعظ میں ترک نہیں

کیا بلکہ علمائے کرام کی سینکڑوں کتابیں اسی باب میں موجود ہیں۔ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ کے ایک مکتوب میں یہ افادہ ہے کہ ذکر جمیل خلفائے راشدینؓ شعار مذہب اہلِ سُنّت ہے۔ اس کو خطبہ میں جس نے ترک کیا ہے وعید تشبّہ بقوم فھو منھم (یعنی جس نے کسی قوم سے مشابہت کی وہ انہی میں شمار ہوگا) بنا بر اس کے جس تقریب ذکر صالحین میں ذکر جمیل خلفائے راشدینؓ نہ ہوگا اس تقریب کے بانی و ذاکر و قاری وشر کا رجمیعًا بحکم حدیث من تشبّہ روافض کے ساتھ محشور ہوں گے۔ الخ

(نوٹ) ذکر خلفائے راشدینؓ کے متعلق حضرت مجدّد الف ثانیؒ کا مذکورہ ارشاد مکتوبات دفتر دوم حصّہ ششم مکتوب ۱۵ میں موجود ہے۔

(فتاویٰ مظاہر العلوم ج اوّل المعروف فتاویٰ خلیلیہ ص ۳۴۹)

اس فتویٰ کی تصدیق کرنے والوں میں اکابر علمائے دیوبند شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ اسیر مالٹا، محدّث العصر علامہ محمّد انور شاہ صاحبؒ کشمیری، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحبؒ عثمانی، حضرت مفتیٔ اعظم مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، حضرت میاں اصغر حسین صاحبؒ، حکیم الامّت مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ عثمانی کے دستخط موجود ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّیؒ اور علم حدیث

ایک دن دو طالبِ علم آپس میں بحث کر رہے تھے۔ ایک کہتا تھا کہ نماز حضورِ قلب کے بغیر درست نہیں کیونکہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ "نماز دل کی حاضری کے بغیر نہیں ہوتی" اور دوسرا حضرت عمرؓ کے قول سے استدلال کرتا کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اِنِّیْ اُجَیِّزُ الْجَیْشَ وَاَنَا فِی الصَّلٰوۃِ۔ "میں نماز کے دوران لشکر کا انتظام کرتا ہوں"۔ اب اس سے زیادہ کون امر نماز کے منافی ہو سکتا ہے۔ بالآخر دونوں نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّیؒ سے محاکمہ چاہا۔ آپ نے فرمایا ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ مقربین کو جب بادشاہوں کی حضوری ہوتی ہے امورِ لاحقہ عرض کرتے ہیں اور استمزاج چاہتے ہیں اور بجا آوری خدمت کی کوشش کرتے ہیں۔ پس یہ عین حضوری ہے نہ منافی حضوری۔ حیات امدادؒ ص ۵۰

چونکہ حضرت محدث سہارنپوریؒ نے استفسار کے جواب میں حسبِ ضرورت حضرات خلفائے ثلاثہ رضؓ کا تذکرہ کیا ہے، اس لیے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب محدث عثمانیؒ نے اپنی تصدیقی عبارت میں یہ لکھا ہے کہ:

"احقر نے اس تحریر کو من اولہٖ الی آخرہ بغور سُنا۔ الحمدللہ جوابات سب صحیح اور واجب الاظہار ہیں۔ واقعی ذکر بغیر خلفائے ثلاثہ رضؓ ذکر صالحین اس زمانہ میں تشبّہ بالروافض ہونے کی وجہ سے معصیتِ کبیرہ ہے مگر سُنّیوں کو ضروری ہے کہ ذکر خلفائے ثلٰثہ رضؓ کے ساتھ ذکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ضرور کریں تاکہ آنحضرتؐ سے انکار کی صورت پیدا نہ ہو نیز تشبّہ بالخوارج کا اندیشہ نہ ہو"

فقط احقر ظفر احمد تھانوی مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

(ایضاً فتاویٰ خلیلیہ صـ۳۶۱)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تصدیق و دُعا

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اپنی تصدیق میں ارشاد فرماتے ہیں:

"احقر اشرف علی تھانوی عفی عنہ نے ان جوابات اور تصحیحات کو دیکھا۔ بالکل حق ہے۔ عزیزم ظفر احمد سلمہٗ نے جو اضافی ذکر حضرت علی رضؓ کا اپنی تصحیح میں مشورہ دیا ہے میرے نزدیک بھی بہت ضروری ہے اور واقعہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایسا ہی ہوتا بھی ہے۔ حق تعالیٰ جزائے خیر دے اس ذکر مقدس کے اہتمام کرنے والوں کو اور اس کی مشروعیت کے اظہار میں سعی کرنے والوں کو۔ اور اس کے ساتھ ایک مشورہ احقر بھی عرض کرتا ہے کہ مناسب ہے کہ کوئی مجلس خاص اس ذکر کے لیے منعقد نہ کی جائے ورنہ خدشہ ہے کہ چند روز میں اس مجلس کا حال محفلِ مولود کا سا نہ ہو جائے اور مواعظ کے ساتھ یہ ذکر بھی ہو جایا کرے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ فقط ۲۲ر شوال المکرم ۱۳۳۱ھ۔ (ایضاً)

✯✯✯✯

صدیقؓ کی فاروقؓ کی عثمانؓ کی بات　　دن رات کر و حیدرؓ ذیشان کی بات
اقوالؓ سے اعمال سے ظاہر ہے رئیس　　ان چاروںؓ کی ہر بات ہے قرآن کی بات

رئیس الشاکری

ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ سا نہیں کوئی
نبیؐ کے بعد دُنیا میں انہیںؓ کا بول بالا ہے
نظامِ زندگی قائم ہوا انؓ کے اصولوں پر
انہیں نے وقت کے ہر مسئلہ کا حل نکالا ہے
انہیں پھولوں کی خوشبو سے معطر عالمِ ہستی
انہیں روشن چراغوں سے زمانہ میں اُجالا ہے

اثر بہرائچی

بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ　　صادق عادل اور غنی و جری
ہے رُوحِ عمل تقلید ان کی　　ہے ان سے بہار دینِ نبیؐ
جو ہیں اصحابؓ شہ کونینؐ　　ہے ان کی مدح دلوں کا چین
خدا کا خوب کرم ہے

ظفر تراب جلال پوری

ماخوذ: ندائے سُنت لکھنؤ، اکتوبر، نومبر ۸۳ء صفحہ ۱۵

خلفائے راشدین دور رواداری

حضرت مولانا سید صباح الدین عبدالرحمنؒ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رواداری

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی عفت، پارسائی، رحمدلی راست بازی، دیانت داری، معاملہ فہمی، عجز، تواضع، زہد و تقوے کی بدولت محبوب بارگاہِ رسولؐ اور محرم اسرارِ نبوت بن گئے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی اپنے رسولؐ کے اسوہ کے مطابق ہی گزاری، اس لیے ان کے یہاں بھی عفو و درگذر اور رواداری کی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں ہر قسم کی ایذائیں پہنچتی رہیں۔ ان صبر آزما حالات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کا جس طرح ساتھ دیا وہ بھی سیرت و کردار کا مثالی نمونہ ہے۔ وہ اپنی دولت و ثروت کے لحاظ سے مکہ میں بہت ممتاز تھے۔ وہ چاہتے تو اپنے محبوب رسولؐ کے دشمنوں کے خلاف زبردست محاذ قائم کر سکتے تھے مگر ان سے جنگ کرنے کے بجائے ان سے برابر نرمی، صلح، رواداری اور آشتی سے پیش آتے رہے، ان ہی کی محبت بھری دعوت پر حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت طلحہؓ بن عبداللہ، حضرت عثمانؓ بن مظعون، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابوسلمہؓ، حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے، جن کے زریں کارناموں سے اسلام کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ (تاریخ خمیس ص ۲۸۷، خلفائے راشدینؓ از حاجی معین الدین ندوی ص ۵، اسوۂ صحابہ ج ۱ ص ۱۵۲) وہ آزردہ ہو کر کبھی غصہ یا اشتعال میں انتقام لینے کی فکر نہ کرتے۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریر فرما رہے تھے۔ مشرکین اس پر بہت برہم ہوئے۔ انھوں نے آپ کو اس قدر زدوکوب کیا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جاں نثاری کے لیے آگے بڑھے۔ ان دشمنوں سے بدلہ لینے کے بجائے صرف اتنا کہا کہ خدا تم سے سمجھے۔ کیا تم صرف اس لیے آپ کو قتل کر دو گے کہ آپؐ ایک اللہ کا نام لیتے ہیں۔ اسی طرح ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ ابن معیط نے اپنی چادر سے آپؐ کے گلے میں پھندا ڈال دیا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ پہنچ گئے۔ انہوں نے اس سے سخت برتاؤ کرنے کے بجائے اس کو آپؐ سے علیحدہ کرکے فرمایا ــــ "تم ان کو قتل کردو گے جو تمہارے پاس اللہ کی نشانیاں لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے۔"

(خلفاء راشدینؓ از حاجی معین الدین احمد ندوی ص ۶ بخاری

> شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ریل میں کہیں جا رہے تھے کہ اسٹیشن سے ایک شیعہ گاڑی پر سوار ہوا۔ مولانا کو دیکھتے ہی تنک کر بولا ــــ "اجی آج تو علیؓ نے بچالیا ورنہ ہم تو مر گئے تھے۔" مولانا مسکرائے اور فرمایا ــــ "بھئی وہ تو یوں کہو کہ عمرؓ نے وفا کی ہے۔ بخیر زندگی مبارک ہو۔"

حقوقِ انسانی کی حمایت

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو اپنی پہلی تقریر میں لوگوں کو مخاطب کرکے کہا اگر میں کج روی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردو۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت لازم نہیں۔ تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے، یہاں تک کہ دوسروں سے اس کا حق اس کو نہ دلا دوں اور تمہارا قوی شخص بھی میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق نہ حاصل کر دوں۔" (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۲ خلفاء راشدین ص ۲۲، تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی ج ۱ ص ۳۳)

عفو و درگذر کی مثالیں

بھٹکے ہوئے کو سیدھی راہ پر لانے، کمزوروں کو حق دلانے اور زبردستوں سے حق حاصل کرنے میں ان کی ساری روادارانہ سرگرمیاں رہیں۔ اپنے عہدِ خلافت میں مجرموں کے ساتھ بڑی نرمی اور رحمدلی سے پیش آتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اشعث بن قیس نے بھی اور جھوٹے مدعیان نبوت کی طرح اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ وہ جب گرفتار کرکے حضرت ابوبکرؓ کے سامنے حاضر کیے گئے تو انہوں نے توبہ کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے نہ صرف ان کو معاف کردیا بلکہ اپنی ہمشیرہ ام فروہؓ سے ان کا نکاح بھی کردیا۔ (یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۹ خلفائے راشدینؓ ص ۵۰) اسی طرح طلیحہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا لیکن جب

حضرت ابوبکرؓ کے پاس معذرت لکھ کر بھیجی تو ان کا دل آئینہ کی طرح صاف ہوگیا اور ان کو مدینہ آنے کی اجازت دے دی۔ (الیعقوبی ج ۳ ص ۱۴۵)

انہوں نے حضرت مہاجرؓ بن امیہ کو یمامہ کا امیر مقرر کیا تو ان کی امارت کے زمانہ میں وہاں دو گانے والی عورتوں میں سے ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں گانا گایا اور دوسری نے گانے میں مسلمانوں کو بُرا کہا۔ حضرت مہاجرؓ نے سزا میں ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور دانت اکھڑوا ڈالے۔ حضرت ابوبکرؓ کو یہ معلوم ہوا تو سخت برہمی کا اظہار کیا۔ ان کو لکھ بھیجا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرنے والی عورت اسلام کی پیرو ہے تو وہ مرتد ہو گئی۔ اس کو ارتداد کی سزا ملنی چاہیے تھی اور اگر ذمیہ تھی تو اس نے خلافِ عہد کیا۔ لیکن جس عورت نے مسلمانوں کو بُرا بھلا کہا تو اس کو کوئی سزا نہ دینی چاہیے تھی کیونکہ اگر وہ مسلمان عورت ہے تو اس کو صرف معمولی تنبیہ کرنے کی ضرورت تھی۔ اور اگر وہ ذمیہ ہے تو جب اس کے مشرکہ ہونے کو گوارا کر لیا ہے تو مسلمانوں کو بُرا کہنے کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔ بہرحال یہ تمہاری پہلی خطا تھی اس لیے معاف کر دیا جاتا ہے۔ مُثلہ (یعنی جسم کا حصہ کاٹنا) نہایت نفرت انگیز گناہ ہے صرف قصاص کی حالت میں مجبوراً مباح ہے۔

(خلفائے راشدینؓ ص ۵۹، تاریخ الخلفاء ص ۹۶)

جنگ میں انسانی رحمدلی وہ اپنی فوج کو برابر ہدایت دیتے رہے کہ وہ جہاں داخل ہوں وہاں جنگی کارروائیوں کے علاوہ عام آبادیوں پر کوئی زیادتی نہ ہو۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت رہی۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب شام کی مہم پر لشکر روانہ کیا تو امیر لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا:

> "تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کی عبادت کے لیے وقف کر دیا ہے، ان کو چھوڑ دینا۔ میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں۔ کسی عورت، بچے، بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت کو نہ کاٹنا، کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا۔ بکری اور اونٹ کو کھانے کے سوا بے کار ذبح نہ کرنا، نخلستان نہ جلانا، مالِ غنیمت میں غبن نہ کرنا اور بزدل نہ ہو جانا۔"
>
> (تاریخ الخلفاء ص ۹۶، خلفائے راشدین ص ۶۱)

غیر مسلموں کے حقوق کی نگہبانی ان کے زمانے میں جو ممالک فتح ہوئے وہاں کی غیر مسلم آبادی

کو اپنی پناہ میں لے کر ان کے حقوق کی نگہبانی کا پورا ذمّہ لیا۔ ذمیوں کو جو حقوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیے تھے، وہی انہوں نے بھی دیے۔ جب حیرہ فتح ہُوا تو وہاں کے عیسائیوں سے یہ معاہدہ کیا گیا کہ اُن کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کیے جائیں گے، ان کا وہ قصر نہ گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں۔ ان کو ناقوس اور گھنٹے بجانے کی ممانعت نہ ہوگی۔ تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے سے روکے نہ جائیں گے۔ کوئی بوڑھا آدمی جو کام سے معذور ہو جائے یا کوئی سخت مرض میں مبتلا ہو کر معذور ہو جائے۔ یا جو پہلے مالدار ہو پھر ایسا غریب ہو جائے کہ خیرات کھانے لگے تو ایسے لوگوں سے جزیہ نہیں لیا جائے گا اور جب تک وہ زندہ رہیں گے ان کے اہل و عیال کے مصارف مسلمانوں کے بیت المال سے پورے کیے جائیں۔ البتہ وہ کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں تو ان کے اہل وعیال کی کفالت مسلمانوں کے ذمہ نہ ہوگی۔ اس معاہدہ میں یہ بھی تھا کہ یہاں کے ذمیوں کو فوجی لباس پہننے کے

خدا کا انصاف

ایک نوجوان نے چوری کی اور پکڑا گیا۔ اُسے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے روبرو پیش کیا گیا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضؓ کا رعب و دبدبہ دیکھ کر خوف سے زار و قطار رونے لگا اور گڑگڑا کر معافی مانگتے ہوئے بولا۔ "اے امیرالمومنین! یہ میری پہلی چوری ہے، اس لیے معاف کر دیجیے، آئندہ کبھی چوری نہیں کروں گا۔"

آپ رضؓ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ "تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ تمہاری پہلی چوری نہیں، تم اس سے پہلے بھی کئی وارداتوں کے مرتکب ہو چکے ہو۔"

لڑکا بار بار یہ کہتا کہ یہ اس کی پہلی چوری ہے اور حضرت عمر فاروق رضؓ کا ہر بار یہی جواب ہوتا، تم جھوٹ بولتے ہو۔ آخر کار نوجوان نے اعتراف کر لیا کہ وہ پہلے بھی متعدد چوریوں کا ارتکاب کر چکا ہے۔

اس اعتراف کے بعد وہ نوجوان بولا۔ "امیرالمومنین! یہ فرمائیے کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں عادی چور ہوں، آپ کو الہام ہُوا؟" امیرالمومنین نے فرمایا۔ "بھائی! نہ مجھے الہام ہوتا ہے نہ مکاشفہ۔ میں تو سیدھی سادی بات جانتا ہوں کہ حق تعالیٰ کسی بھی انسان کو اس وقت تک ذلیل و رسوا نہیں فرماتے جب تک اس کی حرکتیں حد سے تجاوز نہ فرمائیں۔ جب تمہیں پکڑ کر میرے پاس لایا گیا تو میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ نوجوان عادی چور ہے۔

علاوہ ہر طرح کی پوشاک پہننے کی اجازت ہوگی. بشرطیکہ وہ مسلمانوں سے مشابہت پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ مشابہت سے احتراز کرنے کی ہدایت اس لیے دی گئی تھی کہ مسلمانوں اور ذمیوں میں فرق باقی رکھ کر ان کی یعنی ذمیوں کی حفاظت کی جائے۔ ذمیوں پر یہ بھی لازم قرار دیا گیا تھا کہ وہ مسلمانوں سے دشمنی کا اظہار نہ کریں اور ان کے دشمنوں کو ان کی کمزوریوں سے آگاہ نہ کریں۔ اگر وہ ان شرائط کی خلاف ورزی کریں گے تو ان کا ذمہ ساقط ہو جائے گا اور ان کو دی ہوئی امان ختم ہو جائے گی اور اگر مسلمانوں پر کوئی طاقت اور غالب آجائے تو پھر ذمیوں کو آزادی ہوگی کہ جو کچھ کریں۔ اس معاہدہ میں یہ بھی لکھا گیا کہ یہ معاہدہ اسی طرح پختہ ہے جس طرح اللہ اپنے نبی سے معاہدہ کرتا ہے۔ (کتاب الخراج باب ۱۳ فصل ۶ اردو ترجمہ ص ۲۳، ۴۲۱، ۱۴۴ الفاروق جلد دوم ص ۱۴۴
خلفائے راشدین ص ۶۷)

نجران کے عیسائیوں کو مراعات

نجران کے عیسائیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاہدہ کیا تھا اس کی توثیق و تجدید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے یہ تحریر لکھ کر کی کہ ان کی جان و مال، زمین، عبادت، مذہب، ان کے پادری، راہب ان کی عبادت گاہیں اور ان کے قبضہ میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی امان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ہیں۔ انہیں نہ کوئی نقصان پہنچایا جائے گا نہ کسی تنگی میں مبتلا کیا جائے گا۔ کسی اسقف کو اس کی استفیت اور کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے نہیں ہٹایا جائے گا۔ یہ عہد ان تمام وعدوں کی تکمیل میں کیا جا رہا ہے جو محمدؐ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کیے تھے۔
(کتاب الخراج نواں باب)

عہدِ صدیقی میں عیسائی مذہب کا احترام

حضرت ابوبکرؓ ہی کے عہد میں حضرت خالدؓ نے عانات کے پادریوں سے بھی اسی طرح کا معاہدہ کیا کہ ان کے گرجے برباد نہ کیے جائیں گے۔ وہ نماز کے اوقات کے سوا رات دن جس وقت چاہیں ناقوس بجائیں، اپنے تمام تہواروں میں صلیب نکالیں۔ (کتاب الخراج باب ۱۳ فصل ۶ اردو ترجمہ صفحہ ۲۴۳)

تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے جن علاقوں کو فتح کیا وہاں کے غیر مسلم باشندوں سے جو معاہدے ہوتے ان میں تصریح کے ساتھ یہ درج ہوتا کہ جزیہ کے معاوضہ میں ان کے مال و جان کی

حفاظت ہوتی رہے گی اور جب ان کی حفاظت نہ ہو سکے گی تو ان سے جزیہ نہ لیا جائے گا۔" (تفصیل کے لیے دیکھو تاریخ طبری واقعات ۱۳ھ)

حضرت عمر فاروقؓ کی رواداری

حضرت عمر فاروق رضؓ عہدِ رسالت میں سپہ گری، بہادری، جاں بازی اور قوتِ تقریر کے لیے مشہور تھے جاں نثاری میں ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو بنے رہے۔ آپؐ بھی ان کو بہت محبوب رکھتے۔ عشرہ مبشرہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ عدل پروری میں سخت گیری سے کام لیتے مگر رسولؐ اور اتباعِ سنت کو کونین کی دولت سمجھتے۔ حق و صداقت کے اظہار کرنے میں پس و پیش نہ کرتے۔ اسلام کی خاطر ہر چیز کو قربان کرنے پر تیار رہتے۔ قرابت کا بھی لحاظ نہیں رکھتے۔ جنگِ بدر میں اپنے ماموں عاص ابن ہشام بن مغیرہ کو اپنی تلوار سے ہلاک کیا۔ اس جنگ کے بعد بہت سے قیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے تو ان میں قریش کے بہت سے معزز سردار تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی رائے ہوئی کہ ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ مگر حضرت عمرؓ نے جوشِ ایمانی سے مغلوب ہو کر یہ رائے دی کہ اسلام کے دشمنوں کو سزا دینے میں رشتے اور قرابت کا خیال نہ کیا جائے۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے عزیز کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی رائے پسند کی اور فدیہ لے کر سب کو رہا کر دیا۔ جو فدیہ ادا نہ کر سکتے تھے تو اگر وہ پڑھے لکھے تھے تو ان سے کہا گیا کہ وہ دس دس لڑکوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں تو ان کی رہائی ہو جائے گی۔ اس کے بعد کلام پاک کی یہ آیت نازل ہوئی کہ کسی پیغمبر کے لیے یہ زیبا نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ خوب خون ریزی نہ کرے۔

(سورۃ انفال ۹، طبری ص ۱۱۵۵، مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۴۶۔ الفاروق ج ۱ ص ۳۵)

اپنے عہدِ خلافت میں حضرت عمرؓ حکومت کے نظم و نسق میں بہت ہی سخت اور درشت رہے لیکن ممالک محروسہ کے غیر مسلم باشندوں کے لیے ان کا دل بہت ہی نرم رہا۔ ان سے ہر طرح کا فیاضانہ شریفانہ اور روادارانہ برتاؤ کیا۔ ان کے زمانہ میں حضرت ابوعبیدہؓ کی سپہ سالاری میں شام فتح ہوا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے وہاں کے لوگوں سے معاہدہ کیا کہ ان کے گرجے اور خانقاہیں محفوظ رہیں گی۔ ان کو اپنے تہوار میں جھنڈوں کے بغیر صلیب نکالنے کی اجازت ہوگی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس معاہدہ کے بعد ان کو

لکھ بھیجا کہ مسلمان ذمیوں پر ظلم نہ کرنے پائیں نہ ان کو نقصان پہنچائیں نہ ان کا مال بے وجہ غصب کریں اور جتنی شرطیں ان سے کی جائیں ان کو پورا کیا جائے۔ (کتاب الخراج باب ۱۴ فصل ۶، الفاروق ج ۲ ص ۱۴۱)

جب حضرت ابوعبیدہ دمشق سے حمص کی طرف بڑھے تو راستہ میں بعلبک پڑا۔ یہاں کے باشندوں نے ان سے امان کی درخواست کی تو انہوں نے ان کی جان و مال اور گرجے کو امان دے کر ان کے لیے تحریر لکھی:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ امان نامہ فلاں بن فلاں کے لیے اور اہل بعلبک ــــ اس کے رومیوں، اس کے فارسیوں اور اس عربوں ــــ کے لیے ہے۔ ان کی جانیں، ان کے اموال، ان کے گرجے، ان کی محل سرائیں ــــ خواہ وہ داخل شہر ہوں یا اس کے باہر ــــ اور ان کی چکیاں امان میں ہیں۔ رومیوں کو اجازت ہے کہ وہ پندرہ میل کے اندر اپنے مویشی چرائیں اور کسی آباد گاؤں میں ماہ ربیع و جمادی الاولیٰ گذارنے تک نہ اُتریں۔ اس کے بعد جہاں چاہیں اتر سکتے ہیں۔ ان میں سے جو اسلام لائے گا اس کے وہی حقوق ہوں گے جو ہمارے ہیں اور اس پر وہی فرائض ہوں گے جو ہم پر ہیں۔ ان کے تاجروں کو ان شہروں میں سفر کرنے کی اجازت ہے جن سے ہماری صلح ہو چکی ہے۔ ان میں جو اپنے مذہب پر قائم رہے گا اس پر جزیہ و خراج ہے۔ اس پر اللہ شاہد ہے اور اس کی شہادت کفایت کرتی ہے"۔

(بلاذری عربی ص ۱۳۶، اردو ص ۸ - ۲۰۷)

شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو وہاں سے کچھ لوگ نکل کر انطاکیہ پہنچے اور اس کے حکمران ہرقل کو ایک زبردست فوج لے کر حمص کی طرف بڑھنے کو آمادہ کیا۔ جہاں حضرت ابوعبیدہؓ اپنے ہمراہیوں اور ان کے متعلقین کے ساتھ سکونت پذیر ہو چکے تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو غنیم کے لشکر جرار کی خبر ملی تو مجلسِ مشاورت منعقد کی جس میں یزیدؓ بن ابوسفیانؓ نے رائے دی کہ وہ عورتوں اور بچوں کو شہر میں چھوڑ کر باہر لشکر آمادہ ہو جائیں۔ شرجیل بن حسنہ نے اس سے یہ کہہ کر اختلاف کیا کہ ایسی حالت میں شہر کے عیسائی بچوں اور عورتوں کو مار ڈالیں گے یا دشمنوں کے حوالے کر دیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا تو پھر ہم عیسائیوں کو شہر سے نکال دیں۔ شرجیل نے اس کی بھی مخالفت یہ کہہ کر کی کہ جب ہم نے عیسائیوں کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے اور ان کو شہر میں امن و امان سے رہنے کا حق دے دیا ہے

تو نقض عہد کیونکر ہو سکتا ہے ۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنی غلطی تسلیم کر لی ۔ اس کے بعد یہ رائے ہوئی کہ حمص کو خالی کر کے دمشق کو محاذ بنایا جائے ۔ مگر حمص چھوڑنے سے پہلے حضرت ابو عبیدہ نے یہ حکم جاری کیا کہ اب وہ اس کے باشندوں کو دشمنوں سے بچا نہیں سکتے، اس لیے ان سے جو جزیہ یا خراج لیا گیا تھا وہ ان کو واپس کر دیا جائے کیونکہ جزیہ حفاظت کے لیے وصول کیا جاتا ہے ۔ یہ حفاظت کی ذمہ داری ختم ہو رہی ہے اس لیے ذمیوں کو ان کی رقم واپس ملنی چاہیئے ۔ اس حکم کے بعد کئی لاکھ کی رقم واپس کر دی گئی ۔ اس رقم کی روادارانہ واپسی سے وہ بہت متاثر ہوئے ۔ فتح البلدان میں ہے کہ اس واپسی پر اہلِ حمص نے کہا ہمیں تمہاری حکومت اور تمہارا عدل اس ظلم و جور سے بہت زیادہ محبوب ہے جس میں ہم تمہارے آنے سے پہلے مبتلا تھے ۔ ہم ہرقل کی فوج کی مدافعت کریں گے اور تمہارے عامل کے ساتھ مل کر شہر کی حفاظت کریں گے ۔ سنگدل یہودیوں نے بھی کہا توراۃ کی قسم ہرقل کا عامل حمص میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ہمیں مغلوب نہ کر لے اور ہماری تمام کوششیں ضائع نہ ہو جائیں ۔

(فتح البلدان عربی ج ۱ ص ۱۴۴ اردو ترجمہ ج ۱ ص ۲۲۱)

جزیہ کی رقم مفتوحہ اضلاع میں واپس کر دی گئی تو وہاں کے لوگ کہنے لگے خدا تمہیں فتح عطا کرے اور دوبارہ ہم پر حکمران بنا کر واپس لائے ۔ آج اگر تمہاری جگہ رومی ہوتے تو ہمیں کچھ بھی نہ واپس دیتے بلکہ اُلٹے ہر وہ چیز چھین لیتے جو ہمارے پاس باقی رہ گئی ہے اور ہمارے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہتا ۔ (کتاب الخراج فصل ۷ ، اردو ترجمہ ۲۱۴ نیز دیکھو الفاروق ج ۱ صفحہ ۲۸-۱۲۷)

بیت المقدس فتح ہوا تو حضرت عمرؓ کی موجودگی میں وہاں کے لوگوں سے یہ معاہدہ ہوا :

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین نے ایلیا کے لوگوں کو دی ۔ یہ امان ان کی جان، مال گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذاہب والوں کے لیے ہے ۔ اس طرح کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے، نہ وہ ڈھائے جائیں، نہ ان کو یا ان کے احاطہ کو نقصان پہنچایا جائے گا ۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی ۔ مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا، نہ ان میں کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا ۔ ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے ۔ ایلیا والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو نکال دیں ۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کی جان اور مال کو امن ہے

تاآنکہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے۔ جو ایلیا
میں رہنا اختیار کرے تو اس کو بھی امن ہے۔ اس
کو جزیہ دینا ہوگا۔ ایلیا والوں میں سے جو شخص
اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا
چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں اور صلیبوں کو
امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جاء پناہ تک
پہنچ جائیں اور جو کچھ اس میں تحریر ہے اس پر
خدا کا، رسولؐ کا، خلفاء کا، مسلمانوں کا ذمہ ہے
بشرطیکہ یہ لوگ جزیۂ مقررہ ادا کرتے رہیں۔ اس
تحریر پر گواہ ہیں خالدؓ بن الولید، عمرو بن العاصؓ
عبدالرحمنؓ بن عوف اور معاویہؓ بن ابی سفیانؓ
اور ۱۵ھ میں لکھا گیا۔"

(تاریخ ابوجعفر جریر طبری، فتح بیت المقدس
ج ۵ ص ۲۴۰۳، الفاروق ج ۲ ص ۳۶،۱۳۶)

سنہ ۲۰ھ میں مصر پہ اسلام کا جھنڈا لہرایا تو وہاں
کے مذہبی پیشواؤں کے سارے حقوق برقرار رکھے گئے۔
وہاں کا پیٹرارک رومیوں کے ظلم سے تیرہ برس تک جلاوطن ہو
کر ادھر اُدھر زندگی بسر کرتا رہا۔ حضرت عمروؓ بن العاص
نے اس کو تحریری امان دے کر واپس بلایا اور اس
کو اس کا پرانا منصب عطا کیا۔

(مقریزی ج ۱ ص ۴۹۲، الفاروق ج ۲ ص ۱۴۱، ۱۴۲

معرہی کے فتح کے موقع پر حضرت عمروؓ بن العاص
نے لڑائی کی تلخیاں دل سے بھلا دیں۔ رجب وہاں کے

خدارا ذرا ان کی عظمت تو دیکھو

طلوعِ جمالِ رسالت تو دیکھو
بہارِ بہارِ محبت تو دیکھو
ذرا بوستانِ خلافت تو دیکھو
ابوبکرؓ کی تم محبت تو دیکھو
ذرا ان کی شانِ خلافت تو دیکھو
نمایاں ہے شانِ نبوت تو دیکھو
نہ اس کو مفر ہے نہ اُس کو مفر ہے
ہر اپنے پرائے پہ یکساں نظر ہے
عمرؓ کی یہ شانِ عدالت تو دیکھو
نبیؐ کے وہ داماد ذالنورین عثمانؓ
وہ جنت خریدی کیا جمع قرآں
بزرگی تو دیکھو سخاوت تو دیکھو
دمِ جنگ کیا زورِ بازو دکھایا
اکھاڑہ درِ قلعہ خیبر کو ڈھایا
جنابِ علیؓ کی شجاعت تو دیکھو
صحابہؓ کی تعریف کیسے ہو عارفؔ
تجلیٔ انوار ہیں ان کے قالب
خدارا ذرا ان کی عظمت تو دیکھو

عارفؔ لکھنوی (بھارت)

عیسائیوں نے ان کو اپنے یہاں مدعو کیا تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دعوت میں شریک ہوئے اور پھر ان کو اپنے یہاں جوابی دعوت میں مدعو کیا۔ (الفاروق ج ۱ ص ۱۲۰)

۲۱ھ میں اسکندریہ فتح ہوا تو وہاں حضرت عیسیٰؑ کی ایک تصویر کی ایک آنکھ کو اسلامی فوج کے کسی لشکری نے اپنے تیر سے پھوڑ دیا۔ عیسائیوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ انہوں نے حضرت عمروؓ بن العاص کے پاس پہنچ کر یہ مطالبہ کیا کہ پیغمبرِ اسلام کی تصویر بنا کر ان کو دی جائے تاکہ وہ بھی اس کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالیں حضرت عمروؓ بن العاص نے جواب دیا۔ تصویر دینے کی کیا ضرورت ہے، ہم لوگ موجود ہیں، تم جس کی آنکھ چاہو پھوڑ ڈالو۔ پھر اپنا خنجر ایک عیسائی کے ہاتھ میں دے کر اپنی آنکھیں سامنے کر دیں۔ یہ سُن کر عیسائی کے ہاتھ سے خنجر گر پڑا۔ اپنے دعوٰے سے یہ کہہ کر باز آیا کہ جو قوم اس درجہ دلیر، فیاض اور بے تعصب ہو اس سے انتقام لینا سخت بے رحمی اور بے قدری ہے۔ یہ واقعہ مصر کے ایک عیسائی بشپ سعید بن البطریق نے اپنی تاریخ مصر میں لکھا ہے جو چھپ چکی ہے۔ یہ مصنف ۳۲۸ھ میں موجود تھا۔ اس واقعہ کو مولانا شبلیؒ نے جنوری ۱۹۰۳ء کی ایجوکیشنل کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں بھی بیان کیا تھا۔ (خطبات شبلی ص ۴۳-۴۴)

اسکندریہ ہی کے فتح کے موقع پر کثرت سے قبطی اور رومی گرفتار ہوئے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت عمر فاروق سے ان کے متعلق رائے پوچھی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ ان قیدیوں کو اختیار ہے کہ مسلمان ہو جائیں یا اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں ورنہ جزیہ دے کر وہ پناہ میں آجائیں گے۔ اس حکم کے بعد تمام قیدی ایک جگہ جمع کیے گئے۔ عیسائی سرداروں کو بھی بلایا گیا۔ ہزاروں قیدیوں کے بیچ میں حضرت عمرؓ کا فرمان پڑھا گیا۔ ان قیدیوں میں سے جو اسلام قبول کرتا تو مسلمانوں کی طرف سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوتا اور جب کوئی عیسائیت برقرار رکھنے کا اعلان کرتا تو عیسائیوں میں مبارکبادی کی صدا بلند ہوتی۔

(طبری ج ۵، ص ۲۵۸۲،۳ الفاروق ج ۱ ص ۱۹۶-۱۹۵)

حضرت عمر فاروقؓ کی ہدایت رہی کہ مفتوحہ علاقوں میں وہاں لوگوں کے مال، جان اور مذہب کو پورا امان دیا جائے۔ ۲۲ھ میں آذربائیجان کی تسخیر ہوئی تو وہاں کے باشندوں سے جو معاہدہ ہوا اس میں اس کی تصریح کی گئی کہ ان کے مال، جان، مذہب اور شریعت کو امان ہے۔ (طبری ج ۵ ص ۲۶۶۲، الفاروق ص ۱۴۲)

اسی طرح حذیفہؓ الیمان نے ماہ دینار والوں کو جو تحریر لکھی یا جرجان والوں سے جو معاہدہ کیا گیا اس میں

بھی اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے کہ ان کا مذہب نہ بدلا جائے گا۔ ان کے مذہبی امور میں دست اندازی نہ کی جائے گی۔ ان کی شریعت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔ (طبری ج ۵ ص ۲۶۶۲ الفاروق ج ۲ ص ۱۴۲)

۲۳ھ میں سیستان فتح ہوا تو وہاں کے باشندوں سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ ان کی تمام اراضی خمس سمجھی جائے۔ مسلمانوں نے اس شرط کو منظور کرکے یہ نمونہ پیش کیا کہ جب مزروعات کی طرف نکلتے تھے تو تیزی سے گزر جاتے کہ زراعت چھو تک نہ جائے۔ (الفاروق ج ا ص ۱۸۳، طبری ج ۵، ص ۲۷۰۵)

ایک بار حضرت عمر فاروق کہیں سے گزر رہے تھے کہ ایک بوڑھے اندھے سائل کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کس مذہب کے پیرو ہو؟ اس نے جواب دیا کہ یہودی ہوں۔ پھر پوچھا بھیک کیوں مانگتے ہو؟ وہ بولا۔ بوڑھا ہو کر محتاج ہو گیا ہوں۔ جزیہ کی بھی رقم ادا کرنی ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضؓ اس کو اپنے گھر لے گئے اور گھر سے لاکر کچھ دیا۔ پھر بیت المال کے خازن کو بلا کر حکم دیا کہ اس کا اور اسی کی طرح اور مجبور لوگوں کا خیال رکھو۔ یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ ایسے لوگوں سے جوانی میں تو جزیہ وصول کرکے فائدہ اٹھایا جائے اور جب وہ بوڑھے ہوں تو ان کو بے سہارا چھوڑ دیا جائے۔ پھر یہ آیت پڑھی: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ۔ اس میں فقراء سے مراد مسلمان فقراء ہیں اور مسکینوں میں اہل کتاب بھی شامل ہیں۔ اس کے بعد اس یہودی اور اسی طرح کے اور معذور اہل ذمہ مسکینوں کا جزیہ معاف کر دیا۔ (کتاب الخراج باب ۱۳ فصل ۲)

ایک بار حضرت عمر فاروق رضؓ شام سے واپس آرہے تھے تو ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں کچھ لوگ دھوپ میں کھڑے کر دیئے گئے تھے اور ان کے سروں پر تیل ڈالا جا رہا تھا۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کو جزیہ دینے کی استطاعت نہیں مگر ان سے واجب الادا جزیہ وصول کرنا ضروری ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضؓ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو۔ ان پر ان کی برداشت سے زیادہ بار نہ ڈالو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ لوگوں کو عذاب نہ دو۔ جو لوگ دنیا میں انسانوں کو عذاب دیتے ہیں ان کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عذاب دے گا۔ (کتاب الخراج باب ۱۳ فصل ۲)

حضرت عمر فاروق نے اس کی پوری نگرانی کی کہ غیر مسلموں اور ذمیوں پر مسلمان غاصبانہ قبضہ نہ کریں۔ جب ممالک فتح ہونے لگے تو حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمر فاروق کو لکھ بھیجا کہ مسلمان ان سے مطالبہ

کر رہے ہیں کہ مفتوحہ علاقہ کے شہر، وہاں کی زمین، کھیت اور درخت وغیرہ ان کے درمیان تقسیم کر دیے جائیں۔ اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے سورۃ الحشر اور توبہ کی بعض آیتوں سے استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ وہاں کے باشندوں سے جزیہ وصول کر لینے کے بعد مسلمانوں کا کوئی اور حق نہیں رہ جاتا اور نہ کسی تعرض کی گنجائش باقی رہتی مسلمانوں کو حق کسی طرح نہیں پہنچتا کہ مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کو آپس میں تقسیم کرلیں، وہاں کے باشندے بدستور سابق وہاں کی زمین کاشت میں لاتے رہیں۔ کیونکہ وہ اس کام سے زیادہ واقف ہیں اور اس کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ جب تک وہ جزیہ ادا کرتے ہیں وہ غلام نہ بنائے جائیں مسلمانوں کو ان پر ظلم کرنے، ان کو کسی طرح نقصان پہنچانے اور ان کا مال کھانے سے روکو۔

(کتاب الخراج باب ۴ فصل ۱ باب ۱۳ فصل ۶)

حضرت عمرؓ نے تو غیر مسلموں سے زمینوں کا خریدنا بھی ناجائز قرار دیا تھا۔ ان پر مالگذاری عائد کرتے وقت ہدایت کرتے کہ جمع سخت مقرر نہ کی جائے۔ ان سے پہلے استصواب بھی کر لیتے۔ عراق کا بندوبست ہونے لگا تو عجمی رئیسوں کو بلا کر ان سے مشورے کیے۔ مصر کے انتظام میں مقوقس کی رائے طلب کی۔

(مقریزی جلد اوّل ص ۷۴، الفاروق ج دوم ص ۱۲۹)

عراق، مصر اور شام کے دفتر مالگذاری کا حساب کتاب وہاں کی زبانوں میں رکھا جاتا۔ اس لیے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں وہاں کا حساب کرنے والے مجوسی، عیسائی یا قبطی تھے۔ ان کے ساتھ حضرت عمر فاروق کے حکم کے مطابق عاملوں کا اچھا سلوک رہتا۔ (الفاروق ج ۲ ص ۲۶۲)

حضرت عمر فاروقؓ کو اپنے بستر مرگ پر بھی ذمیوں کا خیال رہا۔ انہوں نے فرمایا میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو ذمیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ ان سے جو عہد کیا جائے اس کی پابندی کی جائے۔ ان کے دشمنوں کے خلاف ان کا دفاع کیا جائے اور ان پر ان کی برداشت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے۔

(کتاب الخراج باب ۱۳ فصل ۲)

یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ حضرت عمرؓ اگر محض روادار نہ ہوتے تو وہ نہ کامیاب حکمران اور نہ کامران فاتح ہوتے۔ جہاں انہوں نے اپنی رواداری کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کیے وہاں ان کے مزاج کی تندی تیزی اور سختی بھی مشہور رہی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر نیام سے تلوار نکالنے کے لیے برابر تیار رہتے۔ ایک صحابی ابو حذیفہؓ اور ایک شخص خولبرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخانہ باتیں کیں

تو حضرت عمرؓ سے برداشت نہ ہو سکا، تلوار نکال کر ان کا سر قلم کرنے کے لیے تیار ہو گئے مگر آپؐ نے ان کو روکا۔ (ابن سعد قسم اول جزء ۴ تذکرہ عباس ص ۴ خلفائے راشدین ص ۱۶۲، ۱۶۴) آپؐ نے ازواج مطہراتؓ سے آزردہ ہو کر کچھ دنوں علیحدگی اختیار کر لی تھی تو حضرت عمرؓ بے چین ہو کر اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کی گردن مارنے کے لیے تیار ہو گئے۔ (فتح الباری ج ۹، ص ۲۵۱) ان کی سختی کی وجہ سے بقول حضرت علیؓ عرب کا سرکش سے سرکش اونٹ بلبلا اٹھتا تھا۔ بڑے سے بڑا صاحب ادعا عامل اور حاکم ان کے قابو میں رہا۔ کوئی خودسری کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت عمار بن یاسرؓ اپنے زہد و اتقا کے لحاظ سے بڑے رتبے کے صحابی سمجھے جاتے تھے لیکن سیاست اور تدبر میں ان کا پایہ اونچا نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا لیکن وہ اپنے فرائض منصبی میں ناکام رہے تو بلا تکلف ان کو معزول کر دیا کہ وہ اپنے کو اس عہدہ کے لیے موزوں ثابت نہ کر سکے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کوفہ کے حاکم ہوئے تو اپنے لیے ایک محل بنوایا۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے ان کی ڈیوڑھی میں آگ لگوا دی کہ اس سے اہلِ حاجت کو پہنچنے میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔

(ابن اثیر ج ۲ ص ۴۱۸)

حضرت عمرؓ نے حضرت خالد کو شام سے معزول کر کے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو وہاں کا حاکم مقرر کیا تو حضرت خالدؓ نے وہاں کے عوام کے سامنے ایک تقریر کی جس میں یہ کہا کہ امیر المومنین نے مجھے شام کا حاکم بنایا۔ جب یہاں کے معاملات سدھر گئے، اس کے محاصل آسانی سے وصول ہونے لگے تو مجھے معزول کر دیا اور دوسرے کو مجھ پر ترجیح دی۔ یہ سن کر ایک سپاہی نے کہا، صبر کیجئے۔ ان باتوں سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ جب تک ابن خطاب زندہ ہیں فتنہ کا دور نہیں آسکتا۔ حضرت عمرؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے فرمایا میں خالد کو ضرور معزول کروں گا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اپنے دین کی مدد اللہ خود کرتا ہے نہ کہ خالد۔ (کتاب الخراج باب ۱۳ فصل ۶)

وہ عاملوں کی خطاؤں کی سخت گرفت کرتے۔ ایک بار عوام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اللہ کی قسم اپنے عاملوں کو تمہارے یہاں اس لیے نہیں بھیجتا ہوں کہ وہ تمہارے منہ پر تم کو چانٹے ماریں۔ تمہارا مال چھین لیں۔ وہ اس لیے بھیجے جاتے ہیں کہ تم کو تمہارا دین اور تمہارے نبیؐ کی سنت سکھائیں۔ اگر کوئی عامل کسی سے دین اور سنت سے ہٹ کر سلوک کرے تو میں اس سے مظلوم کا بدلہ لے کر رہوں گا۔ یہ سن کر عمروؓ بن العاص کھڑے اٹھے اگر کوئی مسلمان عامل اپنی رعایا کی تادیب کرے تو کیا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ

نے جواب دیا۔ ہاں میں اس سے ضرور قصاص لوں گا۔ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنے سے قصاص دلواتے دیکھا ہے۔ (کتاب الخراج باب ۱۲ فصل ۱)

ایک حج کے موقع پر حضرت عمرؓ نے اپنے تمام عاملوں کو طلب کیا۔ جب ان کے ساتھ اور لوگ بھی جمع ہو گئے تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ لوگو! میں نے ان عمال کو تمہاری نگرانی کے لیے بھیجا ہے۔ ان کو اس لیے نہیں مقرر کیا ہے کہ تمہارے مال جان، عزت اور آبرو پر دست درازیاں کریں۔ اگر تم میں سے کسی پر ظلم ہُوا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے۔ پورے مجمع میں صرف ایک آدمی کھڑا ہو کر بولا۔ امیرالمومنین! آپ کے ایک عامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس آدمی کو حکم دیا کہ وہ بھی ان کے سامنے عامل کو سو کوڑے مارے۔ یہ سُن کر حضرت عمروؓ بن العاص اُٹھے اور بولے: امیرالمومنین! اگر ایسا کیا گیا تو روایت بن جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس شخص کو اس عامل سے قصاص نہ دلاؤں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنے سے قصاص لیتے دیکھا۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے بیچ بچاؤ کر کے مستغیث کو ایک ایک تازیانے کے بجائے دو دو اشرفیاں دے کر راضی کیا۔ (کتاب الخراج باب ۱۲ فصل ۱)

حضرت عمرؓ کو معلوم ہو جاتا کہ کوئی عامل اپنے نمود و ترفع کا اظہار کرتا ہے، بیمار کی عیادت نہیں کرتا، اس کے دربار میں پہنچ نہیں پاتے ہیں تو اس کو معزول کر دیتے۔ انہوں نے اپنے عاملوں کو ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں، باریک کپڑے نہ پہنیں، چھنا ہُوا آٹا نہ کھائیں، دروازہ پر دربان نہ رکھیں۔ اہلِ حاجت کے لیے ہمیشہ دروازہ کھُلا رکھیں۔ اگر کوئی ان ہدایتوں کی خلاف ورزی کرتا تو اس کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کرتے۔ اس کے لیے جو سزا تجویز کرتے تو اس کی تعمیل ضرور ہوتی۔ اُن کی ان سختیوں کی وجہ سے ان کا نظامِ مملکت ایسا اعلیٰ اور عمدہ رہا کہ آج وہ دنیا کے بہترین حکمرانوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی کامرانی کا راز یہ تھا کہ ان کا دل خدا کے بارے میں نرم ہوتا تو جھاگ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتا اور سخت ہوتا تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا۔ (جاری ہے)

میری اور میرے خلفاء کی سنت پر مضبوطی سے عمل کرتے رہنا

اور دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچنا

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا وعظ فرمایا جس سے لوگوں کے دل ہل گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! آج تو آپ نے ایسی تقریر فرمائی ہے جیسے کوئی کسی کو رخصت کرتے وقت تقریر کیا کرتا ہے۔ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمیں کچھ اور نصیحت فرمائیں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا اور اپنے امیر، سردار کی، اگرچہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو (جب تک وہ دین کے خلاف حکم نہ دے) ہمیشہ اطاعت اور فرمانبرداری کرتے رہنا۔ تم میں جو شخص زندہ رہے گا وہ بڑے بڑے اختلافات دیکھے گا۔ ایسے اختلافات کے زمانے میں تم میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت پر عمل کرتے رہنا اور دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچنا۔ دین میں جو نئی بات پیدا کی جائے وہ گمراہی ہے۔" (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فتنہ و فساد کے زمانے میں جو شخص میری سنت پر مضبوطی سے قائم رہے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

ان کے فرمان میں مضمر ہے زیارت کی نوید   جس نے سنت کو کیا زندہ مجھے زندہ پایا
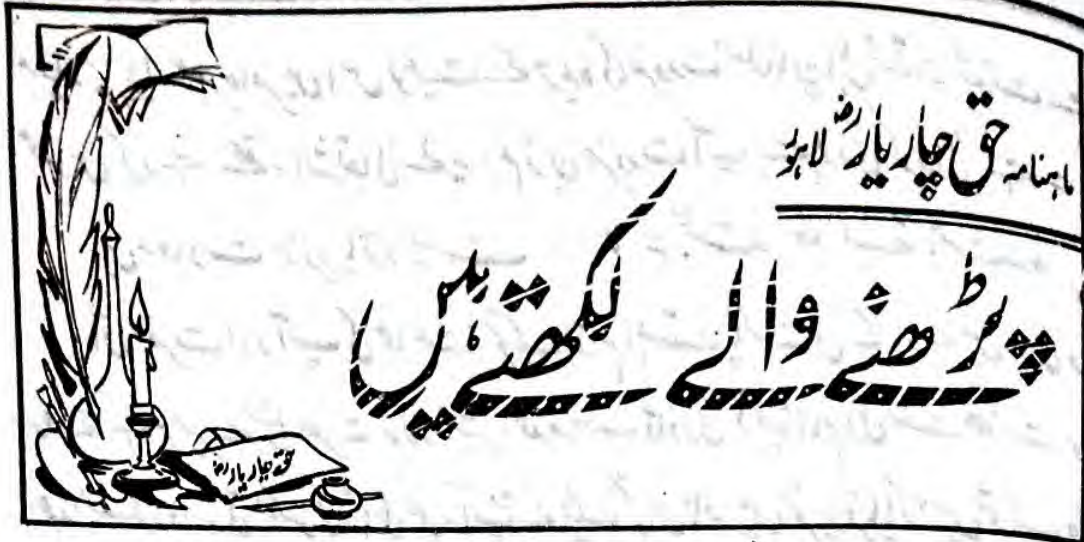
ماہنامہ "حق چار یار رضؓ" لاہور کے معزز قارئین کرام کی طرف سے حوصلہ افزائی کے خطوط بڑی تعداد میں موصول ہوئے ہیں۔ ہم ان سب کا ذاتی خطوط کے ذریعے شکریہ ادا کرنا چاہتے تھے لیکن کسی بھی نئے کام کے آغاز میں جن دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے، ان کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ۔ انشاء اللہ العزیز بہت جلد معاملات اس نہج پر آجائیں گے کہ ہر مکتوب نگار کو جواب طلب امور کا بروقت جواب ملے گا۔ فی الحال "ادارہ" کی کوتاہیوں سے صرفِ نظر فرمائیے۔ شکریہ!

واضح ہو کہ ہم پرچہ کو زیادہ سے زیادہ دلنواز بنانا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم تعریف سے زیادہ تنقید کے اور شاباش سے زیادہ مشوروں کے محتاج ہیں۔ لہٰذا ماہنامہ "حق چار یارؓ" لاہور پڑھنے والے ضرور لکھیں۔

شبیر احمد میواتی

محترم مولانا ابوالمظفر ظفر احمد صاحب قادری ۔ واہگہ (لاہور)

قائد اہل سنت شیخ شریعت و طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی زیرِ نگرانی شائع ہونے والا تحریک خدّام اہل سنّت کا ترجمان، نظام خلافتِ راشدہ کا داعی مجلّہ ماہنامہ "حق چار یار رضؓ" لاہور موصول ہُوا۔ نوازش کا بے حد شکریہ۔

ماہنامہ "حق چار یار رضؓ" کی ترتیب و تزئین دیکھی، مضامین و اشعار پڑھے۔ ان سب کو ہر لحاظ سے

معیار نہ پایا۔ عصرِ حاضر میں اس نوعیت کے جریدہ کی ضرورت مسلمانانِ اہلِ سُنّت شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اہم ترین ضرورت آپ سے پوری کروائی ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آں حضرت اور آپ کی جماعت "تحریک خدام اہلسنت پاکستان کے بارے میں میری وہی رائے ہے جو میرے شیخ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب قادری (تلمیذ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی) کی تھی۔ آپؒ نے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ" میں تحریک خدام اہلِ سُنّت والجماعت میں کام کرنا سعادتِ عظمیٰ سمجھتا ہوں اور پیرِ طریقت حضرت علامہ قاضی مظہر حسین صاحب دفا القوم والملت یقیناً قابلِ اعتماد ہیں"۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ عاطفت تا دیر قائم و دائم رکھے، اور آئندہ بھی میری دعائیں آپ کی تحریک اور ماہنامہ کے لیے مختص ہوں گی ——— دعائیں ہی نہیں بلکہ ہر قسم تعاون کا بھی یقین دلاتا ہوں۔

محترم حافظ صاحب لدھیانوی۔ فیصل آباد

محبی حافظ محمد طیب صاحب!　　السلام علیکم

رسالہ "حق چار یارؓ" موصول ہوا۔ کرم فرمائی کا شکریہ۔ اس دَورِ پُرفتن میں تحفظِ ناموس صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وقت کا تقاضا ہے۔ سرکشی اور بغاوت کے اِس دَور میں چند دین سے برگشتہ لوگوں نے ان مبارک و مقدّس ہستیوں کے بارے میں زبان درازی کی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کو عظمتِ صحابہؓ کا احساس دلایا جائے اور ان کو اس ناپاک ارادے سے باز رکھا جائے۔ بحمد اللہ آپ کا یہ دینی پرچہ یہ خدمت بطریقِ احسن سرانجام دے رہا ہے جس کے لیے آپ کے پرچے کے تمام شرکار مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی یہ سعیٔ جمیلہ جاری و ساری رکھے۔ تازہ شمارے میں متعدد علمائے کرام کے مضامین رُوح کی جلا اور قلب کی روشنی کا باعث ہیں۔ میرے پانچ نعتیہ مجموعے شائع ہوچکے ہیں۔ ثنائے خواجہ، نشید حضوری کیف مسلسل، نعتیہ قطعات اور مطلع فاراں۔ دو سو اشعار پر سلام بھی شائع کیا ہے۔ انشاء اللہ حمد و نعت کا سلسلہ

جاری رہے گا۔ اللہ توفیق دے آپ کو حمد و نعت ارسال کرتا رہوں گا۔

محترم مولانا حافظ ارشاد احمد صاحب دیوبندی ظاہر پیر (رحیم یار خان)

محترم مدیر صاحب! سلام مسنون

ارسال کردہ جریدہ "حق چار یارؓ" ملا۔ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ظاہری اور معنوی لحاظ سے آپ نے اسے قابلِ قدر بنانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰالِکَ۔

اس احقر کے خیال میں اس وقت سب سے زیادہ خطرناک فتنہ سبائیت کا فتنہ ہے جو ابتدائے اسلام سے تاہنوز دردِ سر بنا ہوا چلا آرہا ہے اور اب جبکہ اس فتنہ کے بانیوں کے کافرانہ عقائد کی ترویج کے لیے چند ملکوں میں ان کی اپنی مکمل اور نیم مکمل حکومتیں قائم ہو چکی ہیں جس سے ان کے مذموم عزائم کی تکمیل میں کافی آسانی پیدا ہو گئی ہے۔ پاکستان میں بھی متعدد مقام پر "فرہنگ ایران" کے نام سے کام ہو رہا ہے جن کی روداد کا نامکمل اور تھوڑا سا حصہ جب معلوم ہوتا ہے تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جسم میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے۔ دل دہل جاتا ہے۔ دماغ ماؤف ہو کر سخت دباؤ محسوس کرتا ہے۔ ایسے حالات میں کم از کم ایسے درجنوں جرائد کی شدید ضرورت ہے، ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ "حق چار یارؓ" کو ملک کے کونے کونے میں آپ کو پہنچانے کی توفیق بخشیں۔ یہ اس دَور کا بہت بڑا جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے منظور و مقبول فرمائیں

ع ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محترم زاہد منیر صاحب عامر۔ سرگودھا

مکرمی و محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ "حق چار یار" کے پہلے دونوں شمارے موصول ہوئے۔ اس نئے اسلامی ماہنامہ کے اجراء پر مبارک باد قبول فرمائیں۔ میرے لیے یہ امر باعث مسرت ہے کہ ان دونوں شماروں کے مضامین میں کہیں بھی غیر سنجیدہ اسلوب دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ نے مضامین کے انتخاب کے لیے جو معیار مقرر کیا ہے وہ فی الواقع کسی ٹھوس علمی رسالے کا معیار ہی ہو سکتا ہے۔

اگر ماہنامہ "حق چار یارؓ" نے اپنے نقطۂ نظر کے ابلاغ کے لیے یہی اسلوب اور انداز اپنائے رکھا تو وہ دن دُور نہیں کہ اس کا شمار ملک کے صفِ اوّل کے علمی رسائل میں ہونے لگے گا۔

جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزا

محترم مولانا مفتی محمد شریف صاحب عابرؔ۔ جہلم

طویل انتظار کے بعد آج ماہنامہ حق چار یارؓ" کا پہلا شمارہ موصول ہُوا۔ بلاشبہ پرچے کا نام بھی مبارک، اس کے جُملہ عنوانات بھی مُبارک اور یہ جس جماعت کا ترجمان ہے وہ جماعت بھی مُبارک اور جس شخصیت کی زیرِنگرانی اس پرچے کا اجرا ہُوا وہ شخصیت ملک بھر میں اپنے مرتبہ و مقام، مقصد، مشن اور کام کے اعتبار سے منفرد حیثیت کی حامل اور ممتاز۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

تہ دل سے ہدیۂ تبریک پیشِ خدمت ہے۔ بلاشبہ اس دَورِ انحطاط و زوال میں ایسے ماہنامہ کی شدید ضرورت تھی جو گندی سیاست کی آلودگیوں سے پاک رہ کر مذہب اہلسنّت والجماعت کی خدمت بلا خوف لومۃ لائم سرانجام دے اور جس کو اس عظیم مقصد سے نہ تو کسی کی ترہیب مانع ہو سکے نہ ہی کسی طرح کوئی بھی ترغیب۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن دُور نہیں کہ یہ ماہنامہ اپنے اجراء کا کما حقہٗ حق ادا کرنے میں کامیابی سے ہم کنار ہوگا۔

محترم مولانا محمد اسلم صاحب زاہدؔ۔ پتوکی (قصور)

ماہنامہ "حق چار یارؓ" لاہور کے دو شمارے نظر نواز ہوئے۔ یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ماہنامہ کے اجراء پر دل کی گہرائیوں سے مُبارک باد پیش کرتا ہوں۔

صحافت کی دُنیا میں ایک ایسے ہی جریدے کی عرصہ دراز سے کمی محسوس کی جا رہی تھی۔ شو بزنس کی مروجہ صحافت کے دَور میں "حق چار یارؓ" کا اجراء بلاشبہ ملک میں مثبت اور تعمیری سوچ رکھنے والی خاموش سُنّی اکثریت کے لیے رہنما ثابت ہوگا۔ "حق چار یارؓ" کا ورق ورق مسلمانانِ اہلِ سُنّت کی ترجمانی کرتا ہے۔

میری دُعا ہے کہ "حق چار یارؓ" پھلے پھولے اور آپ لوگوں کی محنت میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے۔ خدا وہ وقت نہ لائے کہ ناقدریٔ زمانہ کے سبب اسے بند کرنے کی نوبت آئے۔ آمین۔

محترم شاہنواز صاحب اعوان الحسینی ۔ تلہ گنگ (چکوال)

تحریکِ خدّامِ اہلسنّت والجماعت کا ترجمان ماہنامہ "حق چاریارؓ" نظر سے گزرا۔ ملک میں مختلف مذہبی جرائد و رسائل اپنے اپنے انداز میں اصحابِؓ رسولؐ کی عظمت کو بلند کرنے میں اپنا مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں لیکن یہ پہلا مذہبی جریدہ ہے جس کے نام سے بھی خلفائے راشدینؓ کی عظمت کا نعرہ بلند ہوتا ہے اور سُنّت کی ترجمانی ہوتی ہے۔ اس خالص مذہبی، دینی اور سُنّی حنفی مُجلّہ کی ترویج و اشاعت میں معاونت ہر سُنّی مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جریدہ کو اہلسنّت کے لیے نافع اور گمراہوں کے لیے ذریعۂ ہدایت ثابت فرمائیں۔ (آمین)۔

آزاد کشمیر میں ماہنامہ "حق چار یارؓ" لاہور کا تازہ پرچہ نیز تحریک خدّام اہلسنّت کا لٹریچر درج ذیل پتوں سے حاصل کریں:

۱۔ جناب قاری محمدّ انور حسین صاحب انور، نائب امیر تحریک خدّام اہلسنّت آزاد کشمیر
سماہنی، ضلع میرپور

۲۔ جناب قاری محمدّ انور حسین صاحب انور، مہتمم مدرسہ فاروقیہ اہل سنّت والجماعت
مکی مسجد پل، سماہنی تحصیل سماہنی
ضلع میرپور

۳۔ جناب مولانا عبدالرشید صاحب، مدرسہ و مسجد خلفائے راشدین رضؓ
کوٹلی

۴۔ جناب قاری محمدّ امین صاحب، جامعہ منظر العلوم الاسلامیہ اہلسنّت والجماعت
محلہ فاروق اعظمؓ
سماہنی ضلع میرپور

فہرست کتب مکتبہ خدام اہل سنت چکوال

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	ابتدائیہ مقدمہ	موضوع	سائز	صفحات	قیمت روپے پیسے
۱	سنی مذہب حق ہے	حضرت مولانا قاضی مظہر حسین	-	ردّ شیعیت	۲۰×۳۰/۱۶	۱۲۸	۷ — ۰۰
۲	مودودی مذہب	”	-	ردّ مودودیت	”	۱۷۶	۱۲ — ۰۰
۳	میاں طفیل کی دعوت اتحاد کا جائزہ	”	-	”	”	۱۱۰	۵ — ۰۰
۴	صحابہؓ کرام اور مودودی	”	-	”	”		۵ — ۰۰
۵	خارجی فتنہ حصہ اول	”	-	ردّ خارجیت	”	۶۲۴	۲۵ — ۰۰
۶	کشف خارجیت	”	-	”	”	۵۷۶	۳۰ — ۰۰
۷	دفاع حضرت امیر معاویہؓ	”	-	ردّ رافضیت	”	۱۹۰	۷ — ۰۰
۸	علمی محاسبہ بجواب علمی جائزہ	”	-	ردّ مودودیت	”	۴۷۲	۲۶ — ۰۰
۹	خارجی فتنہ حصہ دوم	”	-	ردّ خارجیت	”	۶۸۰	۳۹ — ۰۰
۱۰	ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟	”	-	ردّ رافضیت	”	۵۰	۳ — ۰۰
۱۱	اتحادی فتنہ	”	-	ردّ شیعیت	”	-	۳ — ۰۰
۱۲	دفاع صحابہؓ	”	-	”	۱۸×۲۳/۸		۴ — ۰۰
۱۳	جماعت اسلامی، شیعہ انقلاب چاہتی ہے	”	-	”	”		۲ — ۰۰
۱۴	عظمت صحابہؓ اور حضرت مدنیؒ	”	-	”	”		۲ — ۰۰
۱۵	کلمہ اسلام کی تبدیلی، خطرناک سازش	”		”	۲۰×۳۰/۱۶	۱۶	۰۰ — ۲۵
۱۶	شیعہ کتب تجلیات صداقت پر ایک نظر	حضرت مولانا قاضی مظہر حسین	-	ردّ شیعیت	۲۰×۳۰/۱۶	۱۲۶	۵ — ۰۰
۱۷	خدام اہلسنت کی دعوت	”	-	دعوت	”		۱ — ۰۰
۱۸	سنی تحریک اور طلبہ کا سنی موقف	”	-	دعوت	”	چھ حصے ۹۶	۶ — ۰۰

نمبر شمار	نام کتاب	مصنّف	ابتدائیہ مقدمہ	موضوع	سائز	صفحات	قیمت
۱۹	بشارت الدارین بالصبر علیٰ شہادت الحسین	″	-	ردشیعیت	۲۰×۳۰/۸	۶۱۷	زیر طبع دوسرا ایڈیشن
۲۰	مطرکۃ الکرامہ	مولنا خلیل احمد سہارنپوریؒ	مولنا قاضی مظہر حسین	″	۱۸×۲۳/۸	″	″
۲۱	شہادت حسینؓ و کردار یزید	مولانا قاسم نانوتویؒ	″	″	″		۷-۰۰
۲۲	سلاسلِ طیّبہ	مولانا حسین احمد مدنیؒ	″	تصوف		۱۱۲	۱۲-۰۰
۲۳	تحفۂ خلافت	مولانا عبدالشکور لکھنویؒ	″	ردشیعیت	″		۵۱-۰۰
۲۴	آفتابِ ہدایت	مولانا کرم الدین صاحبؒ	″	″		۳۸۴	۳۶-۰۰
۲۵	عقیدہ حیات النبیؐ	مولانا عبدالکریم صاحب کلاچی	″	ردمنکرین حیات	″	۲۳	۲-۰۰
۲۶	عقائد علماءِ دیوبند	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ	″	عقائد اہلسنّت	″		۱۵-۰۰
۲۷	اصلاحی مکتوب	مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ	″	ردّشیعیت	″		۲-۰۰
۲۸	عظیم فتنہ	″	″	″	″	۲۸	۲-۰۰
۲۹	صحابہ کرامؓ اور پاکستان	″	″	″	۲۰×۳۰/۱۶	۲۷	۲-۰۰
۳۰	عقیدۂ خلافت راشدہ اور امامت	″	″	″	۱۸×۲۳/۸	۱۰۴	۱۰-۰۰
۳۱	مودودی جماعت کے عقائد پر ایک نظر	″	″	ردّمودودیت	۲۰×۳۰/۱۶	۱۷۶	زیر طبع
۳۲	احتجاجی مکتوب	″	″	ردّشیعیت	″	۱۶	۱-۰۰
۳۳	مکتوب مرغوب	″	″	″	″	۱۶	۱-۰۰
۳۴	شریعت بل کا جائزہ	″	″	نفاذِ شریعت	″	۷۸	۵-۰۰
۳۵	شیعہ مذہب	″	″	ردّشیعیت	۱۸×۲۳/۸		۹-۰۰
۳۶	مودودی صاحب سے اصولی اختلاف ہے نہ فروعی	″		ردّمودودیت	۲۰×۳۰/۴	مضمون رسالہ الجمعیّت	۱-۰۰
۳۷	تائیدی تبصرے	مرتبہ مولانا قاری شیر محمد صاحب علوی		ردخارجیت	″		۵-۰۰
۳۸	کتابت حدیث	مرتبہ مولانا سیّد منت اللہ شاہ					۳-۵۰
۳۹	حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں	مولانا قاضی مظہر حسین			۲۰×۳۰/۱۶		

حق چار یار
یا اللہ مدد
اُن کے لئے ریاضِ جناں کی بہار ہے
جن کی زباں پہ نعرۂ حق چار یار ہے
اے منکرِ خلافتِ خلفائے راشدینؓ
قسمت کو رو کہ تیرے مقدر میں نار ہے
ملک میں پہلی بار انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب نئی چارٹ
عقیدہ خلافتِ راشدہ اور حق چار یارؓ
سائز 20×30 ○ آرٹ پیپر ○ 4 کلر پرنٹنگ ○ ہدیہ 5 روپے صرف
عنوانات اور خصوصیات
آیتِ استخلاف اور آیتِ تمکین کی تفسیر میں تقریباً 15 کتب تفاسیر کے حوالوں سے مزین
احادیثِ نبوی کی تشریح میں جمہور اہلسنت کے محدثینؒ، مورخینؒ اور بزرگانِ دین کی تقریباً 40 مستند کتب کے حوالہ جات کا شاہکار
اردو اور فارسی کے 10 شعراء کا نذرانۂ عقیدت
پنجتن پاک اور حق چار یارؓ میں فرق۔ ایک نہایت ہی اہم غلطی کا ازالہ۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ دینِ متین کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی قوتوں میں رافضیت اور خارجیت دونوں سرفہرست ہیں۔ رافضی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا دشمن ہے اور خارجی حضرت علی المرتضیٰؓ کا۔ (العیاذ باللہ)
ان دونوں فرقوں کے ابطال کیلئے "حق چار یارؓ" کا عنوان خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا ایٹم بم ہے جس سے کفر کے بتانِ باطل پاش پاش ہو جاتے ہیں۔
چھپ کر دستیاب ہے
خلافتِ راشدہ حق چار یارؓ چارٹ کا ہر سنی مسلمان کے گھر میں ہونا انتہائی ضروری ہے
ملنے کا پتہ
مکتبہ ابوبکر صدیقؓ متصل جامعہ حنفیہ
52982